سہ ماہی نئی دہلی

خبرنامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

جلد نمبر: ۵	جنوری تا جون ۲۰۱۱ء	شمارہ نمبر: ۲، ۳

ایڈیٹر

(مولانا) سید نظام الدین

خط و کتابت کا پتہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

1/ 76A، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

Tel:. 011-26322991, Telefax:. 011-26314784

E-mail:aimplboard@gmail.com

ایڈیٹر پرنٹر و پبلیشر سید نظام الدین نے اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی-۲ سے چھپوا کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ 1/ 76A، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵ سے شائع کیا

فہرست مضامین

صفحہ	اسمائے گرامی	مضامین	نمبر شمار
۳	(حضرت مولانا) سید نظام الدین	اداریہ	۱
۵	رضوان احمد ندوی	کارروائی مجلس عاملہ بورڈ (حیدرآباد)	۲
۱۴	وقارالدین لطیفی ندوی	دہلی میں دوروزہ خواتین کانفرنس (مختصر رپورٹ)	۳
۲۱	وقارالدین لطیفی ندوی	مرکزی دفتر بورڈ کی سرگرمیاں (مختصر رپورٹ)	۴
۲۹	حضرت مولانا محمد ولی رحمانی	حق تعلیم ایکٹ RTE —— رہنما خطوط کافی نہیں ہیں!	۵
۳۷	حضرت مولانا محمد ولی رحمانی	ہاں!—— ۱۲۳ / وقف جائدادوں کا مقدمہ جیت لیا گیا	۶
۳۹	محمد عبدالقیوم	مسلم پرسنل لا، چیلنجیز اور لائحہ عمل	۷
۴۴	وقارالدین لطیفی ندوی	بابری مسجد مقدمہ - عدالت اور مسلم پرسنل لا بورڈ	۸
۴۶	مولانا بدرالحسن القاسمی	اسلامی قانونِ وراثت کا امتیاز	۹
۴۹	مولانا محمد وثیق ندوی	نئے سماجی مسائل اسلامی قوانین کی روشنی میں	۱۰
۵۴	مولانا محمد بلال الدین	میگھالیہ کے مسلمانوں کے سماجی حالات	۱۱
۵۵	مولانا قدیر احمد شاہ اداء الامری	مسلمانان کرناٹک کے ملی سیاسی وسماجی مسائل	۱۲
۵۶	اعلامیہ پندرہواں اجلاس عام بنگلور	اتحاد واتفاق ہی زندگی ہے	۱۳

اداریہ

شذرات

سیدنظام الدین
جنرل سکریٹری بورڈ

(۱)

ہندوستان آزاد ہوا اور ملک تقسیم ہوا، آزادی اپنے ساتھ مسلمانوں کے لیے بہت سے مسائل لے کر آئی لیکن مشکل حالات میں بھی مسلمانوں نے دینی تشخصات اور دینی شعائر کی حفاظت کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور اسی ذیل میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا قیام ہے کہ جب اسلامی قوانین بالخصوص عائلی قوانین میں مداخلت کی باتیں ہونے لگیں تو علماء نے اس کے تحفظ کے لیے ایک نئی حکمت عملی اور اسٹرٹیجی اختیار کی اور اس ملک ایک نیا تجربہ کیا، انھوں نے تمام مسالک ومکاتب فکر کی افراد اور جماعتوں کو ہندوستان میں مسلم پرسنل لا کے تحفظ کے لئے متحد کردیا اور اس اتحاد کو غیر سیاسی طور پر قائم کیا۔ بورڈ کی تأسیس وبناء کا سہرا ان تمام مسلم تنظیموں، تحریکوں اور جماعتوں کے سر ہے جو اس ملک میں ملت اسلامیہ کی دینی تشخصات کے لئے فکرمند ہوئے۔

(۲)

مسلم پرسنل لا کے تحفظ اور شریعت اسلامیہ کی حفاظت، اس کا دفاع، عائلی قوانین کی تشریح وتعبیر کے سلسلے میں جو بورڈ قائم کیا گیا وہ تمام مسالک ومکاتب فکر، تنظیموں اور جماعتوں اور ملت اسلامیہ کے خصوصی تعاون واشتراک واتحاد سے اپنا سفر جاری رکھ سکا، اس کی قیادت قاری طیب صاحب علیہ الرحمہ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمہ، مولانا منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی علیہ الرحمہ، ابراہیم سلیمان سیٹھ علیہ الرحمہ اور دیگر بے شمار مخلص رجال علم نے کی اور اسے مقاصد کے مطابق چلایا، سنبھالا اور فراست کے ساتھ آگے بڑھایا۔

(۳)

بیسویں صدی ختم ہوئی، اکیسویں صدی کا آغاز ہوا، عالمی سطح پر نئے رجحانات پیدا ہوئے، عدالتیں مزید سرگرم ہوئیں، نئے سوالات اٹھے، مسائل میں اضافہ ہوا اور اسی کے ساتھ بورڈ کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہوا اور بورڈ کی قیادت نے اپنے موقر ارکان اور عہدہ داران کی مدد سے تمام اہم مسائل پر واضح موقف اختیار کیا اور ضروری تدبیریں کیں، مسلم پرسنل لا کے خلاف ہونے والے مقدمات کو عدالتوں میں چیلنج کیا، خواہ وہ مقدمہ ہندوستان میں اسلامی نظام قضاء سے متعلق ہو یا طلاق سے پہلے تحکیم سے متعلق ہو یا خواتین کے نان ونفقہ ومتاع سے متعلق ہو یا وراثت سے متعلق ہو یا اوقاف ومساجد سے متعلق ہو۔ الغرض وہ تمام اہم مسائل جن کا اسلامی شعائر سے براہ راست تعلق رہا اس پر بورڈ نے اپنا ردعمل ظاہر کیا اور ملت کی رہنمائی کی۔

(۴)

موجودہ عہد فتنوں، سازشوں، مادہ پرستوں، جاہ واقتدار پسندوں کا عہد ہے، تنظیموں اور اداروں میں اسی وجہ سے کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں کہ وہاں افراد ہوائے نفس کی خاطر تنظیموں کو اس کو اپنے مقصد سے دور کردیتے ہیں، ایسا مختلف اسباب سے ہوا کرتا ہے لیکن مسلم پرسنل لا بورڈ کا مسئلہ اس سے قطعی مختلف ہے، جب تک اس کی قیادت

ہوش مند، صاحب فراست، مخلص، اتحاد کے داعی اہل اللہ کے ہاتھوں میں رہے گی اس وقت تک اس کی داخلی ہیئت اور اس کے استحکام کو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا چاہے باہر کیسی ہی آندھی چل رہی ہو اور طوفان آیا ہوا ہو۔

(۵)

ہندوستان کی باشعور دینی قیادت نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے پلیٹ فارم سے ایک اہم کام تو یہ انجام دینے کی کوشش کی کہ ہندوستان میں مسلم پرسنل لا محفوظ رہ سکے بالخصوص اس کا وہ حصہ جو عائلی اور خاندانی نظام سے متعلق ہے وہ بدرجہ اولیٰ ہر طرح کی مداخلت سے بچا رہے، دوسرا کام جو اس ملک کی باشعور دینی قیادت نے بورڈ کے پلیٹ فارم سے انجام دیا وہ شریعت کے تحفظ کے سلسلے میں متعدد رُخ پر بیک وقت کی جانے والی کوششیں ہیں۔ چنانچہ پہلی نوعیت کی کوششوں کا محور ملک کے ان قانون ساز اداروں کے جاری تیار کردہ ایسے مختلف النوع قوانین کا جائزہ وتجزیہ اور اس پر نقد وتبصرہ اور اس کی اصلاح وتبدیلی سے متعلق رہا جس میں شریعت اسلامی سے ٹکرانے والے ایسے ضابطے، قوانین یا ترمیمات تجویز کی گئیں تھیں۔ دوسری نوعیت کی کوششوں کا محور خود ملک کے طول وعرض میں مسلم معاشرہ کے اندرون پایا جانے والا تضاد، دین سے دوری، اسلامی قوانین سے انحراف اور بے عملی تھی جس کے علاج کے لیے اصلاح معاشرہ کے عنوان سے منظّم جدوجہد کی گئی۔ تیسری نوعیت کی کوششیں وہ رہیں جس میں اہل علم بالخصوص اسلامی قانون جاننے والے اور ملکی وبین الاقوامی قوانین جاننے والوں کے درمیان پائی جانے والی ذہنی دوری، اسلامی قانون سے ناواقفیت، مختلف قسم کے شکوک وشبہات کے ازالہ واصلاح کے لیے تفہیم شریعت کے سلسلے کا آغاز کیا گیا۔ چوتھا کام جو دینی قیادت نے اس ملک میں انجام دیا وہ عظیم اتحاد اسلامی کا ہے۔ اس وحدت کو برقرار رکھنے کے لیے مختلف مسالک، مختلف تنظیموں، جماعتوں کو تحفظ شریعت کے عنوان سے بورڈ کے پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا گیا۔

پانچواں کام جو دینی قیادت نے انجام دیا وہ مختلف علاقوں، صوبوں، شہروں اور طبقات سے مسلم آبادی کی موزوں نمائندگی تھی، بالخصوص خواتین کی مؤثر نمائندگی جن کے ذریعہ خواتین میں اصلاح وتربیت اور خواتین بورڈ کے ذریعہ اور ان کے حقوق سے متعلق اٹھنے والے سوالات کے جوابات انہیں کے ذریعہ دلوانے کی کوشش قابل ذکر ہے۔ اس ضمن میں خواتین کے ورکشاپ اور اجلاس اور پروگرام بھی منعقد کئے جاتے رہے۔

(۶)

سب سے اہم بات یہ ہے کسی بھی تنظیم کی اصل قوت اس کے ارکان ہوتے ہیں؛ ارکان جس قدر فعال، باخبر، مخلص اور مقاصد کے تئیں سرگرم ہوں گے اسی قدر کامیابی ملے گی۔ بورڈ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ بورڈ کے اغراض ومقاصد پر مسلسل نظر رکھنے اور ہندوستان میں دبے پیر آنے والی تبدیلیوں پر گہری نگاہ رکھنے کے علاوہ ان تمام سماجی، قانونی رجحانات وحرکات سے واقف رہنے کی ضرورت ہے جن کا تعلق ملت اسلامیہ سے ہے اور ہوسکتا ہے دینی اعتبار سے باشعور ہونے کا مطلب یہی ہے کہ صلاح وفساد، طیب وخبیث اور رطب ویابس کے درمیان فرق کرنے کی قوت پیدا ہوسکے، اور مومن تو صاحب فراست ہوتا ہی ہے۔ بورڈ روز اول سے یہی کہتا رہا ہے کہ شریعت کا تحفظ اور اس پر عمل ہمارا اولین ایجنڈا ہے۔

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ بورڈ حیدرآباد

مرتب: رضوان احمد ندوی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کے اجلاس کی پہلی نشست زیر صدارت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب بمقام جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد بعد نماز مغرب منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل ارکان عاملہ ومدعوئین شریک ہوئے (ضمیمہ ۱)

آغاز واستقبالیہ کلمات:

مولانا زین العابدین انصاری صاحب نے کلام پاک کی تلاوت فرمائی اور نعت شریف پیش کی۔ صدر استقبالیہ جناب محمد اسدالدین اویسی صاحب ایم پی نے اجلاس میں اراکین عاملہ اور مدعوئین کی شرکت کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ جن مسائل پر اجلاس کی نشستوں میں گفتگو ہوگی اس سے مسلمانان ہند کو ایک پیغام ملے گا اور ان مسائل کے حل کے لئے راہیں کھلیں گی۔ انہوں نے مزید کہا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے بہت پہلے رحم مادر میں دختر کشی کے خلاف مہم چلائی، اصلاح معاشرہ کے پروگرام کے تحت چلی اس مہم اور اس تعلق سے شائع کردہ لٹریچر کی اب ملک کے سامنے اہمیت واضح ہورہی ہے جبکہ مردم شماری کی حالیہ رپورٹ سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ ملک میں مردوں کی تعداد کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد بہت کم ہوتی جارہی ہے۔

صدر بورڈ کے افتتاحی کلمات:

صدر اجلاس حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے اپنے افتتاحی کلمات میں فرمایا کہ یہ مسرت کی بات ہے کہ شریعت کے مسائل پر غور کرنے اور لائحہ عمل طے کرنے کے لئے ہم حیدرآباد میں جمع ہوئے ہیں اس ملک میں ہم اقلیت میں ہیں گو جمہوری حقوق ہمیں حاصل ہیں لیکن ان پر عمل کرانے کے لئے دشواری پیش آتی ہے ان دشواریوں اور رکاوٹوں کو دور کرنا چاہئے اور ہم دور کرنے کی کوشش کریں گے اور جمہوری طریقے سے جمہوری حقوق کو حاصل کریں گے، ہم کو اپنے مفادات کی فکر کرنا چاہئے اور حکومت سے توقع رکھنا چاہئے کہ وہ ہمارے مطالبات کو تسلیم کرے لیکن اس کی توقع نہ رکھیں کہ حکومت ازخود ہمارے مفادات کی فکر کرے گی۔ صدر بورڈ نے مجلس استقبالیہ حیدرآباد کے حسن انتظام کی تعریف کی اور بورڈ کے بارے میں فرمایا کہ یہ بورڈ پوری امت کی نمائندگی کرتا ہے اتفاق واتحاد سے قائم ہے، ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اخلاص کے جذبہ کے ساتھ کام کریں، ایک دوسرے کو رفیق سمجھیں اور بحیثیت رفیق آپس میں معاونت کرتے رہیں اور یہ یاد رکھیں کہ بورڈ کے ارکان پوری امت کی نمائندگی کرتے ہیں اور ان کو پوری امت کی نمائندگی کرنی ہے انشاء اللہ خلوص کے ساتھ اتحاد اور اتفاق قائم رہے تو اللہ کی رحمت آئے گی اور امت مسلمہ ہند کو رہنمائی ملے گی۔ جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نے ارکان بورڈ اور مدعوئین کرام سے فرمایا کہ وہ اپنے طور پر نئی نسل کی ذہن سازی اور فکری تربیت کی فکر کریں اور انہیں اسلامی قانون سے واقف کرائیں۔ مزید فرمایا کہ مساجد ومدارس شعائر دین ہیں ان سے ہماری شناخت ہوتی ہے اس لئے ان کی حفاظت ہمارا ملی فریضہ ہے اس راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کریں اور آپسی اتحاد اور اجتماعی قوت کو بروئے کار لائیں۔

بابت تجاویز تعزیت:

سکریٹری بورڈ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے فرمایا کہ زندہ قوم اپنے محسنوں کو یاد رکھتی ہے اور اپنی منزل کی طرف ترقی کے منازل طے کرنے کے دوران جو ساتھی چھوٹ جاتے ہیں ان کو بھولتی نہیں۔ ۱۹۷۲ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کا فیصلہ ہوا، اس کارواں کے آگے بڑھنے کے ساتھ کئی اصحاب کارجدا ہوئے، لکھنؤ اجلاس کے بعد جو ارکان وعمائدین ہم سے جدا ہوئے ہیں ان میں مولانا غلام رسول خاموش صاحب ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے کارگذار مہتمم تھے اور مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی صاحب ہیں جنہوں نے دیوبند کے فتوؤں کو مرتب کرکے محفوظ کیا اور

اسلامک فقہ اکیڈمی کے صدر بھی تھے اور ۵۵/سالوں تک تدریس کے فرائض انجام دیئے، مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب جو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے اور جن کا خلوص اور دردمندی مثالی تھا وہ بھی نہیں رہے، جناب محمد شفیع مونس صاحب جو جماعت اسلامی ہند کے نائب امیر تھے اور جو دو مرتبہ حیدرآباد میں آندھرا پردیش کے امیر رہ چکے تھے، مولانا عمید الزماں کیرانوی صاحب جو مشاورت کے جنرل سکریٹری تھے اور اسی طرح مولانا محمد باقر حسین صاحب بستی جنہوں نے دارالعلوم الاسلامیہ بستی قائم کیا یہ سب گذر گئے اس کے علاوہ دیگر اصحاب میں مولانا عثمان غنی صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور، مولانا رئیس الدین صاحب استاد حدیث و شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور، مولانا شاہ محمد عثمانی صاحب جو مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ابوالمحاسن سجادؒ کے ساتھ کام کر چکے تھے وہ مکہ مکرمہ میں انتقال کر گئے۔ ان کے علاوہ لکھنؤ کے جناب رشید احمد صاحب جن کی زوجہ ڈاکٹر رخسانہ نکہت لاری صاحبہ بورڈ کی ممبر ہیں اور مولانا نور عالم بخاری جن کے والد مولانا سید مصطفیٰ حسین بخاری صاحب بورڈ کے ممبر ہیں یہ بھی اللہ سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے اور جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ صدر بورڈ نے ان مرحومین کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

بابت تفہیم شریعت:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے تفہیم شریعت مہم کے بارے میں بحیثیت کنویز کمیٹی اپنی رپورٹ پیش کی، مولانا خالد صاحب نے کہا کہ فرقہ پرست عناصر اسلام اور اسلام کے قوانین کے بارے میں عوام کو گمراہ کر رہے ہیں اور اسی طرح چند ماڈرن مسلمان اسلامی قوانین کے بارے میں غلط اور گمراہ کن تصورات پیش کر رہے ہیں جن سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ متأثر ہو رہا ہے، بعض ایسے مسائل کے تعلق سے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے لٹریچر شائع کیا ہے۔ تفہیم شریعت کی مہم کا تصفیہ بورڈ نے بھوپال اجلاس میں کیا اور اس سلسلہ میں ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا مقصد قانون داں اصحاب اور وکلاء صاحبین کو مسلم پرسنل لا کے احکام سے واقف کرانا اور ان احکامات کی مصلحتوں کے بارے میں واقف کرانا، نیز قانون شریعت کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنا قرار دیا گیا۔ تفہیم شریعت کے اجتماعات لکھنؤ، دہلی، اندور اور بنگلور میں منعقد ہوئے جہاں اس پروگرام کو آگے بڑھانے کے لئے کمیٹیاں تشکیل دی گئیں اور کنویزس مقرر کئے گئے۔ تفہیم شریعت کے اجتماعات احمد آباد، گلبرگہ اور کوچی میں بڑے پیمانے پر منعقد ہوئے۔ ان تمام پروگراموں میں سوالات کئے گئے جن کے تشفی بخش جوابات دیئے گئے، بعض ریاستی کمیٹیاں اس کام کو آگے نہیں بڑھا رہی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ان مقامات پر جہاں ہائی کورٹس قائم ہیں وکلاء کے اجتماعات وقتاً فوقتاً ہوتے رہیں اور اس طرح اضلاع کے مستقر پر بھی کام ہو، البتہ کام کی نوعیت کے لحاظ سے افراد کار فراہم نہیں ہو رہے ہیں ایسے افراد کے نام اور پتے روانہ کئے جائیں تو بڑی سہولت ہوگی۔

بابت مجموعہ قوانین اسلامی:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے مجموعہ قوانین اسلامی پر نظر ثانی کے تعلق سے رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس مجموعہ کو تیار کر کے جس کی تیاری میں ملک کے اکابر علماء شریک رہے ہیں ایک بڑا کام کیا ہے اور اسلام کے عائلی قانون کو دفعہ وار مرتب کیا ہے، یہ مجموعہ مسلک حنفی کے مطابق مرتب کیا گیا ہے اور اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ تجویز پیش کی گئی کہ دیگر مسالک کے احکامات کو بھی اسمیں شامل کیا جائے اور اس پر نظر ثانی کی جائے چنانچہ علماء کی ایک کمیٹی اس پر نظر ثانی کر رہی ہے۔ حاشیہ میں فقہ شافعی کے احکامات کو درج کرنے کے سلسلہ میں جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے مولانا عبدالباری ندوی صاحب کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا کہ وہ فقہ شافعی کے مطابق احکامات مرتب کر کے روانہ کریں۔ ان کی جانب سے اطلاع ملی ہے کہ یہ کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے، ایک ماہر شافعی عالم کی جانب سے اس کا جائزہ باقی ہے۔ جس کے بعد میں یہ بورڈ کو روانہ کیا جائیگا۔ فقہ سلفی کے تعلق سے مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب کو لکھا گیا تھا جو بورڈ کے رکن اور جمعیت اہل حدیث کے جنرل سکریٹری ہیں ان کی طرف سے جواب میں تاخیر پر مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب کو لکھا گیا اس کے بعد مولانا اصغر علی مہدی سلفی صاحب نے اپنی فقہ کے مطابق احکامات مرتب کر کے روانہ کیا۔ ابھی مولانا خلجی صاحب کی طرف سے اس کا انتظار ہے۔ فقہ جعفری کے احکامات کے بارے میں ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب نے یہ کام مولانا عقیل الغروی صاحب کے سپرد کیا تھا جنہوں نے اسکو مکمل کر لیا لیکن اطلاع یہ ہے کہ استخارہ اسکو منع کر رہا ہے،

اس لئے وہ بورڈ کے حوالہ کرنے سے فی الحال قاصر ہیں تاہم اگر فقہ شافعی کے احکامات کا مجموعہ مل جاتا ہے تو فقہ جعفری کے مرتب احکامات بورڈ کے حوالہ کریں گے۔ مولانا خالد صاحب نے یہ بھی بتایا کہ مجموعہ قوانین اسلامی پر نظر ثانی کے لئے کئی میٹنگیں ہو چکی ہیں جن میں ملک کے مشہور دارالافتاء کے اصحاب نے بھی شرکت کی اور باب الوصیت تک کام مکمل کرلیا گیا ہے۔ انشاء اللہ ۲۵/۲۶/اور ۲۷/اپریل ۲۰۱۱ء کو نشستیں ہوں گی جن میں اس کام کو مکمل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب نے کہا کہ تفہیم شریعت کے بارے میں جو کارکردگی آئی ہے وہ اطمینان بخش ہے البتہ اس کے دائرے میں دانشور طبقے کو بھی شامل کرنا چاہئے جو شریعت کے احکامات کے بارے میں تذبذب کا شکار ہیں۔ مجموعہ قوانین اسلامی پر نظر ثانی کے بارے میں بھی انہوں نے اطمینان کا اظہار کیا۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے کہا کہ مجموعہ پر نظر ثانی کا کام بڑا دقیق ہے اگر وہ حضرات جو اسمیں کسی ترمیم یا تبدیلی کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو اسکی نشاندہی کردیں تا کہ کمیٹی میں ان پر غور کیا جائے۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ نے کہا کہ تفہیم شریعت کے تعلق سے مسلم وکلاء کے ذہن میں موجود شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لئے علماء کو وقت فارغ کرنا پڑے گا کم از کم تین علماء اس کام کے لئے آگے آئیں تو کام آگے بڑھ سکتا ہے۔ جناب ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب نے تفہیم شریعت کے موضوعات کو متعین کر کے اسکے اجتماعات منعقد کرنے کا مشورہ دیا، محترمہ صبیحہ صدیقی صاحبہ نے کہا کہ تفہیم شریعت کا کام حوصلہ افزا ضرور ہے لیکن اس کے دائرہ میں عوام کو لانے کی ضرورت ہے، محترمہ رخسانہ نکہت لاری صاحبہ نے کہا کہ تفہیم شریعت کے کام میں خواتین کو بھی شامل کیا جائے، عالمہ خواتین اس سلسلہ میں مدد کرسکتی ہیں، محترمہ سیدہ عقیلہ خاموشی صاحبہ نے کہا کہ شریعت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کئی خواتین مرتد ہورہی ہیں، تفہیم شریعت کے سلسلہ میں اماموں اور خطیبوں سے بھی کام لینا چاہئے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کہا کہ بھوپال کے اجلاس میں جو فیصلہ ہوا تھا اسمیں تفہیم شریعت کے لئے وکلاء برادری کو ہدف بنایا گیا تھا اسی لئے ان پر توجہ دی جارہی ہے انہوں نے یہ بھی کہا کہ جو کمیٹیاں بنتی ہیں وہ ارکان پر مشتمل ہوتی ہیں ان میں باہر کے نوجوانوں کو بھی لیا جائے تا کہ بورڈ میں حرکت پیدا ہوسکے اور تفہیم شریعت کے سلسلہ میں ریاستوں اور اضلاع کے صدر مقام پر علماء کی کمیٹیاں بنائی جائیں انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ بورڈ کے مرکزی دفتر میں ایک آرگنائزر ہو جو مختلف مقامات کا دورہ کر کے تفہیم شریعت، دارالقضاء اور اصلاح معاشرہ وغیرہ کے تعلق سے بورڈ کے کام کو منظم کرسکے اور مختلف امور کے لئے بجٹ میں جو رقم مختص کی جائے اس کا ۲۵/فیصد حصہ خرچ کرنے کا اختیار کنوینر کو دیا جائے اور کنوینر اس خرچ کا حساب پیش کرے تو اس طریقہ کار سے کام میں سہولت ہوگی۔

بابت بابری مسجد مقدمہ کا فیصلہ:

جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ نے بابری مسجد کے سلسلہ میں مقدمات کی رپورٹ پیش کی جسمیں انہوں نے بتایا کہ الہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ بنچ نے ۳۰/ستمبر ۲۰۱۰ء کو یہ فیصلہ سنایا کہ بابری مسجد کی جگہ کے تین حصے کئے جائیں جسمیں ایک حصہ مسلمانوں کو دیا جائے اور باقی ہندوؤں کو دیا جائے جسمیں عمارت کی درمیانی گنبد کا حصہ ہندوؤں کو ملے جو ان کے عقیدہ کے مطابق شری رام چندر جی کی جائے پیدائش ہے۔ ۱۶/اکتوبر ۲۰۱۰ء کو بورڈ کی مجلس عاملہ نے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کا فیصلہ کیا اور اس تعلق سے ایک کمیٹی تشکیل دی، ۳/نومبر ۲۰۱۰ء کو اس کمیٹی کی میٹنگ ہوئی جسمیں طے کیا گیا کہ سپریم کورٹ میں ۹/اپیلیں فائل کروائی جائیں چنانچہ اب تک ۴/اپیلیں داخل کروائی جاچکی ہیں جن میں یوپی سنی وقف بورڈ کی جانب سے داخل کردہ اپیل میں ڈاکٹر راجیو دھون وکیل ہیں، سنی بورڈ کی طرف سے ایک اور اپیل فائل کی گئی ہے، ایک اپیل مصباح الدین صاحب کی طرف سے ہے اور چوتھی اپیل محمد ہاشم انصاری صاحب کی طرف سے فائل کی گئی ہے۔ الہ آباد ہائی کورٹ سے فیصلہ کی ۴/مصدقہ نقلیں ملی تھیں تو یہ چار اپیلیں فائل کی گئیں، جیسے جیسے اور مصدقہ نقلیں ملیں گی اپیلیں فائل کی جائیں گی۔ سپریم کورٹ میں پیروی کے سلسلہ میں غیر مسلم وکلاء کا تعاون بھی مل رہا ہے، ۹/اپیلیں داخل کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہمیں سینئر وکلاء کی خدمات حاصل ہو۔

بابری مسجد مقدمہ:

بابری مسجد کی شہادت یعنی انہدام کے معاملہ میں دو فوجداری کیسیس رائے بریلی اور لکھنؤ کی عدالتوں میں چل رہے ہیں، رائے بریلی

عدالت میں یہ مقدمہ نہایت سست رفتاری سے چل رہا ہے، اب تک اسمیں صرف دس گواہوں کا بیان ہوا ہے اور اندیشہ یہ ہے کہ سی بی آئی کی جانب سے مزید گواہ نہ پیش کئے جائیں اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مرکزی وزیر داخلہ اور ڈائریکٹر سی بی آئی کو لکھا جائے کہ اس کریمنل کیس میں مزید گواہ پیش کئے جائیں تا کہ ملزمین کے خلاف پکی شہادت عدالت کے سامنے آئے۔ لکھنؤ کی عدالت میں البتہ ۲۲ رگواہ گذر چکے ہیں اور ۲۳ رواں گواہ گذرنے والا ہے البتہ اس کیس میں ۲۱ رملزمین کو عدالت نے ڈسچارج کردیا ہے جس کے خلاف کئی نمائندگیوں کے بعد اب مارچ میں سی بی آئی نے سپریم کورٹ میں اس کے خلاف اپیل داخل کی ہے، جناب جیلانی صاحب نے تجویز پیش کی کہ اس مقدمہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ فریق بنے اور لبراہن کمیشن سے متعلق مرکزی وزیر داخلہ کو خط لکھا جائے کہ اس کمیشن کی سفارشات پر عمل آوری کے لئے فوری اقدامات کئے جائیں۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے کہا کہ بابری مسجد فیصلہ کے خلاف ایک اور اپیل جمعیۃ العلماء ہند کی طرف سے داخل ہوئی ہے اس طرح کل پانچ اپیلیں مسلم فریقوں کی طرف سے داخل کی گئیں ہیں اور فریق مخالف کی طرف سے بھی پانچ SLP سپریم کورٹ میں داخل ہوئے ہیں، انہوں نے مزید کہا کہ سی بی آئی کی طرف سے لکھنؤ کورٹ کے خلاف جو اپیل سپریم کورٹ میں داخل کی گئی ہے اسمیں فریق بننے کا معاملہ لیگل سیل کے سپرد کیا جاتا ہے جو اس تعلق سے فیصلہ کرے گا، اس کے لئے جناب ظفریاب جیلانی صاحب لکھنؤ کورٹ اور الہ آباد کورٹ کے فیصلوں کی نقلیں روانہ کریں، انہوں نے یہ بھی کہا کہ لبرہن کمیشن کے تعلق سے جو تجویز پیش کی گئی ہے وہ قبول کی جاتی ہے، جناب جنرل سکریٹری صاحب اس سلسلہ میں اقدامات کریں گے، جناب ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب نے کہا کہ سپریم کورٹ میں داخل کی گئی اپیلوں کے تعلق سے عوام کو واقف کرانا ضروری ہے۔

بابت قانون حق تعلیم:

اطفال کے حق تعلیم کے قانون کے تعلق سے جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ ۲۰۰۹ء میں چھ سال سے ۱۴ رسال کی عمر تک کے بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم پہلی سے آٹھویں جماعت تک فراہم کرنے کا قانون بنایا گیا جس کو یکم راپریل ۲۰۱۰ء سے نافذ العمل قرار دیا گیا اور یہ تعلیم ہر لڑکے یا لڑکی کا بنیادی حق قرار دیا گیا ہے اور اس بنیادی حق کے تعلق سے حکومت، حکومتی اداروں اور اطفال کے والدین اور سرپرستوں پر ذمہ داری عائد کی گئی، اس قانون کا مقصد قابل ستائش ضرور ہے لیکن اس سے مذہبی تعلیم کے اداروں یعنی پاٹھ شالاؤں اور دینی مدارس پر ضرب پڑتی ہے کیونکہ بنیادی حق صرف سرکاری نصاب کے مطابق آٹھویں جماعت تک کی ہے گذشتہ سال دہلی میں منعقدہ ایک اجتماع میں بورڈ کے لیگل سیل کے کنوینر جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب نے اس قانون کے مضر اثرات پر مدلل اور تفصیلی گفتگو کی اور اس اجتماع میں مرکزی وزیر کپل سبل صاحب نے یہ وعدہ کیا کہ وہ قانون میں ترمیم کر کے مذہبی تعلیمی اداروں کو مستثنیٰ کریں گے لیکن آج تک اس پر کوئی عمل نہیں ہوا، اسی طرح اس قانون پر عمل آوری کے نتیجہ میں اقلیتوں کے زیر انتظام اسکول ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گے اس تعلق سے عیسائی تعلیمی ادارے سپریم کورٹ میں رجوع ہو چکے ہیں اس قانون میں ترمیم کے لئے مرکزی حکومت سے پرزور نمائندگی ضروری ہے تا کہ مذہبی گروہوں اور اقلیتوں کو جو حقوق دستور میں دیئے گئے ہیں وہ متاثر نہ ہوں۔ پروفیسر احمد اللہ خانصاحب مدعو خصوصی نے کہا کہ اس قانون کے ذریعہ دستوری حقوق کو سلب کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جس کے نتیجہ میں ہمارا تشخص بھی بلکہ اقلیتوں کا تشخص بھی خطرہ میں پڑ جائیگا۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب، ڈاکٹر صفیہ نسیم صاحبہ اور محترمہ رخسانہ نکہت لاری صاحبہ نے اظہار خیال کیا جس کے بعد مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے کہا کہ یہ ایکٹ تعلیمی نظام و مقاصد کے خلاف ہے اس سے ایسی کھیپ نکلے گی جو ڈگری یافتہ تو ہوگی مگر تعلیم یافتہ نہیں ہوگی کیونکہ بارہویں جماعت تک طلبا کے لئے کوئی امتحان مقرر نہیں کیا گیا ہے اور خود بخود تعلیمی سال ہوتے ہی طلبا کو اوپر کی کلاس میں ترقی دیدی جائے گی ایسی صورت میں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسکولوں سے نکلنے والے کس حد تک تعلیمی اعتبار سے قابل اور لائق ہوں گے، دوسرے اس قانون کے ذریعہ امریکہ کے کلچر کو مسلط کیا جارہا ہے، جہاں اسکولوں میں حمام میں لڑکے اور لڑکیوں کے برہنہ پانی نہانے کا طریقہ رائج ہے، کپل سبل صاحب نے ایک گائڈ لائن جاری کیا اس کے اندر مدرسہ کو الگ کردیا گیا ہے لیکن گائڈ لائن کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوتی ہے اس لئے قانون اور ایکٹ میں تبدیلی کی ضرورت ہے اقلیتی اداروں کو بھی ختم کرنے

کی کوشش کی جارہی ہے، بورڈ کی طرف سے اس ایکٹ کے خلاف پرزور نمائندگی اور ضرورت پڑنے پر عوامی سطح سے دباؤ ڈالا جائے۔ صدر محترم نے فرمایا کہ تعلیم انسان کی تشکیل کا ذریعہ ہے اگر ہم پر ایسی تعلیم کو لاگو کردیا جائے جس سے نئی نسل متاثر ہوگی اور ضائع ہوگی تو اس خطرہ کا ہم کو مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے، ہم سبکو اسکی فکر کرنی چاہئے کہ ہمارا عمل شریعت اور دین کے حکم کے مطابق ہو۔ رات ساڑھے نو بجے یہ نشست اختتام کو پہنچی۔

دوسری نشست

مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی دوسری نشست زیرصدارت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر بورڈ ۲۴/اپریل ۲۰۱۱ء کو بوقت سوا دس بجے دن جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد میں منعقد ہوئی۔ جناب بابا محی الدین صاحب نے کلام الٰہی کی تلاوت فرمائی اور مولانا زین العابدین انصاری نے نعت شریف پیش کی۔

بابت دارالقضا:

مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے دارالقضا کمیٹی کی کارروائی کی روداد سنائی اور کہا کہ لکھنؤ اجلاس عام کے بعد پربھنی مہاراشٹر میں دارالقضا کے قیام کا جائزہ لیا گیا جو ماہ رجب میں قائم ہوا۔ ۱۸/اور ۱۹/ مارچ ۲۰۱۱ء کو گجرات کے شہر احمد آباد میں دارالقضا قائم ہوا، مہاراشٹر کے علاقہ کوکن میں جامعہ حسینیہ شری وردھن میں دارالقضا قائم ہوا، قاضی حسین صاحب کار قضا انجام دے رہے ہیں، صوبہ مہاراشٹر میں سب سے زیادہ دارالقضا قائم ہیں یہاں ایک تربیتی کیمپ بھی منعقد ہوا جسمیں سو افراد نے شرکت کی۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے تجویز پیش کی کہ مرکزی دفتر میں ایک آرگنائزر کو بحال کیا جائے جس کو عبوری طور پر ایک سال کے لئے تنخواہ دی جائے، انہوں نے بتایا کہ حیدرآباد میں قضا کے موضوع پر اجلاس کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی ہے یہ اجلاس انشاء اللہ منعقد ہوگا۔ مولانا سید اطہر علی صاحب نے کہا کہ شہر ممبئی میں دارالقضا کے جو پروگرام ہوتے ہیں اور جو دارالقضا چل رہے ہیں ان کی خبر ممبئی میں رہنے والے رکن عاملہ کو ضرور ہونی چاہئے۔ مولانا محفوظ الرحمن فاروقی صاحب نے کہا کہ رپورٹ میں مراٹھواڑہ کا تذکرہ نہیں ہے جبکہ وہاں ۴/دارالقضا آسانی سے قائم ہوسکتے ہیں اور رنگ آباد کے اندر ایک سے زیادہ قائم ہوسکتے ہیں کیونکہ آبادی زیادہ ہے۔ جناب ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب نے کہا کہ قائم شدہ دارالقضا کے اداروں کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے اور تجویز کے مطابق آرگنائزر بحال کیا جائے۔ مولانا عبداللہ مغیثی صاحب نے کہا کہ ایک شہر میں ایک ہی مرکزی دارالقضا ہو تو بہتر ہے، مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب نے کہا کہ دارالقضا کمیٹی کی کارکردگی کی رپورٹیں خبرنامہ اور اخبارات میں شائع ہونا چاہئے۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے مولانا سید اطہر علی صاحب کی بات سے اتفاق کیا اور کہا کہ جب ممبئی کا کوئی پروگرام بنے گا تو وہ مطلع کریں گے۔ اورنگ آباد میں امارت شرعیہ قائم ہے اس لئے یہ کام امارت کا ہے بورڈ کے دارالقضا قائم کرنے سے تصادم کی فضا پیدا ہوگی، ایک شہر میں ایک دارالقضا کی بات مناسب ہے لیکن ممبئی یا کلکتہ جیسے بڑے شہروں میں ایک ہی دارالقضا سے عوام کو بڑی تکلیفیں ہوں گی۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کہا کہ دارالقضا کے مقدمات میں رفتار کو تیز ضرور کیا جائے لیکن معاملہ کو طے کرنے سے پہلے مکمل تحقیق ضروری ہے جس کی وجہ سے تاخیر ہوتی ہے اگر یہ معاملات عدالتوں میں جائیں تو دارالقضا کی تحقیق اور اسکے دلائل کی مضبوطی کو عدالتیں تسلیم کریں گی۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے تجویز پیش کی کہ صدر بورڈ کی جانب سے بڑے مدارس کے ذمہ داروں کو خط لکھا جائے کہ باصلاحیت حضرات کیلئے قضا کی تربیت کا انتظام کریں یا انہیں تربیت کے لئے امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ بھیجیں۔ ڈاکٹر صفیہ نسیم صاحبہ، محترمہ رخسانہ نکہت لاری صاحبہ، محترمہ مونسہ بشریٰ صاحبہ نے ہر ہر مسلم آبادی کے مقام پر دارالقضا کے قیام کی ضرورت پر زور دیا۔

بابت اصلاح معاشرہ:

جناب مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے بتایا کہ اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں جلسے ہوتے رہے ہیں، دہلی میں حالیہ پروگرام میں گھر گھر اصلاح معاشرہ کے اسٹیکرس چسپاں کئے گئے کوئی ایک لاکھ اسٹیکرس لگائے گئے، خواتین کا سمینار بہت کامیاب رہا لیکن یہ کام سمندر میں قطرہ کے برابر ہے، بگاڑ بہت ہے اور بناؤ کم ہے، مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے اس کے بعد بورڈ کے کچھ انتظامی امور کا تذکرہ کیا جس پر جنرل سکریٹری بورڈ حضرت

مولانا سید نظام الدین صاحب نے ان کے اشکالات کے جوابات دیئے اور اس تعلق سے صدر اجلاس نے فرمایا کہ قریب میں مجلس عاملہ کی میٹنگ بلا کر ان امور کا جائزہ لیا جائیگا۔ اصلاح معاشرہ کے تعلق سے شمالی ہند کی خواتین کانفرنس کا بھی تذکرہ ہوا جو ۱۶/۱۷/اپریل ۲۰۱۱ء کو دہلی میں منعقد ہوئی تھی جس میں بڑی تعداد میں خواتین نے شرکت کی تھی۔

بابت مقدمہ اسلامی قانون وراثت کیرالا:

جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ کیرالا ہائی کورٹ میں قرآن وسنت سوسائٹی اور ہیومانسٹ سینٹر نامی دو اداروں نے اور تین افراد کی طرف سے ایک رٹ ۲۰۰۸ء میں دائر کی گئی جسمیں مرکزی حکومت اور حکومت کیرالا کو فریق بنایا گیا اس رٹ میں عدالت سے درخواست کی گئی کہ چونکہ اسلامی قانون وراثت میں صنف کی بنیاد پر بیٹا اور بیٹی کے حصوں میں فرق پایا جاتا ہے جو شہریوں کے درمیان مساوات اور صنف کی بنیاد پر عدم تفریق کے بنیادی حقوق سے متصادم ہے اس لئے اسلامی قانون وراثت کو غیر دستوری قرار دے کر ساقط العمل قرار دیا جائے۔ اس رٹ کی اطلاع آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو ۲۰۰۹ء کے اواخر میں ملی چنانچہ فوری کیرالا ہائی کورٹ کے ایڈوکیٹ جناب پی کے ابراہیم صاحب سے ربط پیدا کیا گیا اور رٹ کی نقل حاصل کی گئی اور مارچ ۲۰۱۰ء میں لکھنؤ کے اجلاس کے موقع پر طے کیا گیا کہ اس رٹ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ فریق بنے اور قانون شریعت کی مدافعت کرے اور شرعی قانون میراث قرآن کے احکامات پر مبنی ہیں جس پر ایمان رکھنے کا ادعا رٹ داخل کرنے والوں نے کیا، یہ معلوم ہونے پر کہ مرکزی حکومت کی جانب سے وسط ۲۰۱۰ء تک کوئی جواب داخل نہیں کیا گیا ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ایک وفد نے جو محمد عبدالرحیم قریشی، مولانا محمد ولی رحمانی، جناب یوسف حاتم مچھالا، جناب کمال فاروقی، مولانا فضل الرحیم مجددی اور کرناٹک کے ایم ایل سی جناب سلیم صاحبان پر مشتمل تھا۔ جون ۲۰۱۰ء میں مرکزی وزیر قانون مسٹر ویرپا موئلی صاحب سے ملاقات کی جنہوں نے فوری متعلقہ اسسٹنٹ سولیسٹر جنرل کو جواب کا مسودہ تیار کر کے وزارت کو روانہ کرنے کی ہدایت دی۔ نومبر ۲۰۱۰ء کو یہ معلوم ہونے پر کہ اس مسودہ کو وزارت قانون نے واپس نہیں کیا ہے مولانا محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے مرکزی وزیر قانون سے نمائندگی کی جس کے بعد گزشتہ ماہ (مارچ ۲۰۱۱ء) میں مرکزی حکومت کی طرف سے جواب داخل ہوا۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی فریق بنائے جانے کی درخواست عدالت میں پہلے ہی منظور ہو چکی ہے اسکی سماعت کے موقع پر زبانی دلائل و بحث کے علاوہ تحریری بحث بھی داخل کی جائیگی۔

سپریم کورٹ میں دیگر مقدمات کے بارے میں:

جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ سپریم کورٹ کے اندر بابری مسجد کے معاملہ کے علاوہ ۴/مقدمات زیر سماعت ہیں دہلی ہائی کورٹ کے ہم جنسی کے شرمناک فعل کو جائز قرار دینے کے فیصلہ کے خلاف بورڈ سپریم کورٹ میں رجوع ہوا ہے، اس کی سماعت چند روز پہلے مقرر تھی لیکن سپریم کورٹ کی بنچ نے یہ ہدایت دی کہ اسکی سماعت گرمائی تعطیلات کے بعد کی جائے، مسز شبنم ہاشمی نامی ایک سماجی کارکن نے یہ رٹ فائل کی ہے کہ تبنیت کے قانون کا مسلمانوں پر بھی اطلاق کیا جائے اور مسلمانوں کو بھی کسی کو متبنیٰ بنانے کی اجازت دی جائے، اس رٹ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے جواب داخل کیا جاچکا ہے۔ حکومت ہند کا موقف بین بین ہے اس رٹ کی سماعت کے لئے ابھی کسی تاریخ کا تعین نہیں ہوا ہے۔ وشولوچن مدان نامی ایڈوکیٹ نے ایک رٹ داخل کرتے ہوئے سپریم کورٹ سے یہ التجا کی ہے کہ دارالقضا کو متوازی نظام عدلیہ قرار دیتے ہوئے غیر قانونی اور خلاف دستور قرار دیا جائے اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو تمام دارالقضا کو بند کرنے کی ہدایت جاری کی جائے اس کیس میں بھی بورڈ کی جانب سے جواب داخل کیا جاچکا ہے جسمیں یہ واضح کیا گیا کہ مغلیہ حکومت کے خاتمہ کے بعد سے مسلم معاشرہ میں دارالقضا کے قیام کا نظام چل رہا ہے جو انگریزی دور میں بھی جاری رہا اور اب بھی جاری ہے اور یہ بھی واضح کیا گیا کہ یہ متوازی نظام عدلیہ نہیں ہے بلکہ عدالتوں پر مقدمات کے بوجھ کو کم کر کے عدلیہ کی مدد کرتا ہے اور اس وقت ساری دنیا میں متبادل نظام فصل خصومات (A D R) کی بات چلی ہے اور دارالقضا بھی (ADR) ادارہ ہے۔ محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے یہ بھی بتایا کہ بورڈ یہ چاہتا تھا کہ نفقہ مطلقہ کا کوئی مقدمہ سپریم کورٹ میں آئے تو بورڈ اسمیں فریق بن کر سپریم کورٹ کی ایک بڑی بنچ کے ذریعہ شاہ بانو کیس، دانیال لطیفی کیس اور شبانہ بانو کیس میں مسلم پرسنل لا کے احکامات کے خلاف جو فیصلے دیئے

گئے ہیں ان پر مکرر غور کرنے کی درخواست کرے چنانچہ حیدرآباد کے ایک مقدمہ کی اپیل سپریم کورٹ میں داخل کروائی گئی ہے اوراسمیں بورڈ فریق بن کر احکام شریعت کی مدافعت کرے گا اور متذکرہ فیصلوں پر غور مکرر کروائیگا۔

بسلسلۂ وقف ایکٹ:

جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے یہ بتایا کہ وقف کا ایک نیا مسودہ قانون لوک سبھا نے منظور کیا تھا جو نقائص سے بھرپور ہے جسمیں وقف، وقف بالاستعمال، متولی وغیرہ کی تعریفیں بھی انتہائی ناقص ہیں، ریاستی وقف بورڈ کو بزنس مینجرس، زرعی ماہرین، امور ترقیات کے ماہرین اور ٹاؤن پلانرس کو نامزد کرکے تشکیل دینے کی تجویز رکھی گئی ہے جس میں نہ علماء کی نمائندگی رہے گی اور نہ مسلم تنظیموں کی نمائندگی ہوگی جو اوقاف رجسٹر نہ ہوں تو ان کو اپنے حق کے لئے عدالتی چارۂ کار اختیار کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا اس مسودہ قانون کے خلاف متعلقہ وزیر سلمان خورشید صاحب سے نمائندگی کی گئی انہوں نے بورڈ کی تجاویز سے اتفاق کیا لیکن اس بل کو راجیہ سبھا میں پیش کرنے سے پہلے ترمیم کرنے سے اتفاق نہیں کیا، بورڈ کی کوششوں سے یہ بل راجیہ سبھا میں پاس نہیں ہوسکا اور ایک سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کردیا گیا جس کے صدر پروفیسر سیف الدین سوز صاحب ہیں اس بل میں اگر بورڈ کی تجاویز کے مطابق ترمیمات نہیں ہوتی ہیں تو ہمیں عوامی تحریک چلانے کے لئے بھی تیار ہونا پڑے گا۔ مولانا ارشد مدنی صاحب نے کہا کہ اہم مسائل کے حل کے لئے ضرورت ہے کہ عوامی تحریک چلائی جائے اس سے طاقت پیدا ہوگی، ملت میں اعتماد پیدا ہوگا اور انہوں نے اپنی اور اپنی جماعت کی طرف سے ہر طرح کے تعاون کا پیشکش کیا، جناب کمال فاروقی صاحب نے کہا کہ وقف کے ڈیولپمنٹ کی تجاویز اخبارات کے ذریعہ سامنے آئی ہے اس سے وقف کا استعمال واقف کی منشاء کے خلاف ہوگا جس کی ہم ہرگز اجازت نہیں دے سکتے، جناب محمد ادیب صاحب ایم پی نے کہا کہ وہ بھی وقف کی سلیکٹ کمیٹی میں ہیں اور جب تک وہ ہیں وہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجوزہ ترمیمات کے خلاف بل کو بننے نہیں دیں گے اور اس سلسلہ میں بھرپور نمائندگی کریں گے۔

''طے کیا گیا کہ وقف بل کے تعلق سے سلیکٹ کمیٹی سے مزید نمائندگی کی جائے اور اگر بل میں خاطر خواہ ترمیم نہ کی گئی تو بورڈ عوامی احتجاج پر غور کرے گا''

بابت ڈائریکٹ ٹیکسیس کوڈ بل:

جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے بتایا کہ آئندہ سال سے انکم ٹیکس قانون کی جگہ پر ڈائریکٹ ٹیکسیس ایکٹ نافذ ہوگا، اس قانون کا جو مسودہ پیش ہوا تھا اسمیں کئی خامیاں تھیں اس لئے اس قانون کا جائزہ لے کر اسمیں ترمیم کروانا بہت ضروری ہے۔

''طے کیا گیا کہ لیگل سیل ڈائریکٹ ٹیکسیس کوڈ کا جائزہ لے اور اس تعلق سے ترمیم یا تبدیلی کی تجاویز مرتب کرے اور سفارشات پیش کرے''

بابت اسکول میں سوریہ نمسکار اور گیتا کا معاملہ:

جناب ڈاکٹر متین الدین قادری صاحب مدعو خصوصی کی تجویز پر یہ طے کیا گیا کہ

''مدھیہ پردیش میں اسکولس میں گیتا پڑھانا، سوریہ نمسکار کرنے اور بھوجن منتر پڑھنے کی اسکول کے طلبا پر جو پابندی لگائی جارہی ہے اس کے تعلق سے مدھیہ پردیش کے چیف منسٹر اور گورنر کو سکریٹریٹ کی طرف سے توجہ دلائی جائے اور خلاف دستور ان احکامات کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا جائے''

بابت آمد وخرچ اور بجٹ:

جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب نے اپریل ۲۰۱۰ء تا ختم مارچ ۲۰۱۱ء کے آمد و صرف کا گوشوارہ پیش کیا جس کے مطابق کل آمد 2,74,15,633.72 روپے ہے اور اخراجات 1,53,57,212.75 روپے ہوئے۔

جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب نے ۲۰۱۱ء تا ۲۰۱۲ء کا بجٹ بھی پیش کیا جسمیں آمدنی کا تخمینہ =/76,66,500 ہے اور جسمیں تقریباً یہی تخمینہ اخراجات کا ہے۔

جناب کمال فاروقی صاحب نے دفتر میں انٹرنیٹ اور ویب سائٹ کے علاوہ اسٹاف کی تنخواہیں بڑھانے کی بات کہی۔

نائب صدر بورڈ حضرت مولانا سید شاہ فخر الدین اشرف صاحب

نے فرمایا کہ بورڈ کا ہر کام اللہ کی رضا کے لئے ہونا چاہئے اخلاص اور محبت سے کام کیا جائے تو کامیابی قدم چومے گی، ہم کو اپنے اندر اصلاح کا جذبہ پیدا کرنا چاہئے اور اخلاص وکردار کو بہتر بنانا چاہئے۔

صدر بورڈ نے فرمایا کہ مقصدیت کے اعتبار سے فکرمندی ہونی چاہئے، ہمارے پیش نظر جو کام ہے ان کے لحاظ سے بجٹ بہت چھوٹا ہے ہم کو بورڈ کا مالیہ مضبوط کرنے کی فکر کرنی ہے۔ اس بات کی بھی احتیاط برتنی چاہئے کہ ہماری مجلسوں میں جو فیصلے ہوں ان سے حرکت وعمل کا پیغام ملت کو جائے۔

صدر بورڈ محترم کے اختتامی کلمات کے بعد مولانا سید قبول بادشاہ قادری شطاری صاحب نے دعا فرمائی اور جناب محمد رحیم الدین انصاری صاحب جنرل سکریٹری مجلس استقبالیہ کے شکریہ کے بعد یہ نشست اختتام کو پہنچی۔

مختصر رپورٹ جلسہ عام:

اسی دن رات ۹ ؍بجے سے دارالسلام حیدرآباد کے وسیع وعریض میدان میں عظیم الشان جلسہ عام صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں خطاب فرماتے ہوئے صدر محترم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے فرمایا کہ شریعت کا تحفظ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ قرآن ناقابل ترمیم دستور ہے۔ آپ نے مسلمانانِ ہند سے فرمایا کہ وہ بورڈ کے مقاصد کی تکمیل میں اپنے اتحاد کے ذریعہ بورڈ کے ذمہ داروں کو حوصلہ دیں۔ اتحاد، اتفاق، عزم وحوصلہ ایمان کی علامت ہے اور اس سے مقصد کے حصول میں تقویت حاصل ہوگی۔ بیرسٹر جناب اسد الدین اویسی صاحب رکن پارلیمنٹ حیدرآباد اور صدر کل ہند مجلس اتحاد المسلمین نے دوٹوک انداز میں کہا کہ سرزمین حیدرآباد کا مسلمان اور ان کی جماعت بابری مسجد کی بازیابی کیلئے ہر اعتبار سے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا تعاون کرنے کیلئے تیار ہے جب بھی بورڈ کی جانب سے آواز دی جائے گی تو حیدرآباد کا غیور اور زندہ دل مسلمان لبیک کہے گا۔ انہوں نے کہا کہ حیدرآباد جیالے مسلمانوں کی سرزمین ہے جہاں پر عاشقانِ رسولؐ بستے ہیں اور ان کی یہی دلی خواہش ہے کہ بابری مسجد دوبارہ تعمیر ہو۔ بیرسٹر اسدالدین اویسی نے بورڈ کے صدر مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کو یہ تیقن دیا کہ بابری مسجد کی قانونی جدوجہد کیلئے حیدرآباد کا مسلمان ہر ممکن مالی تعاون فراہم کرے گا نیز صدر مجلس نے کہا کہ ’’حیدرآباد کا زندہ دل مسلمان بابری مسجد کی بازیابی کیلئے اگر ضرورت پڑے تو اپنی ماؤں اور بہنوں کا زیور بھی اتار کر دینے کیلئے پیچھے نہیں ہٹے گا۔

اس روح پرور اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے امیر جماعت اسلامی ہند مولانا سید جلال الدین عمری صاحب نے فرمایا کہ شریعت اور اسلامی قوانین میں کسی بھی قسم کی ترمیم ناممکن ہے۔ ہمارے ملک کے دستور نے ہمیں یہ اجازت دی ہے کہ ہم اپنے مذہبی قوانین پر عمل کریں اگر کوئی بھی سرکاری قانون اس کے مغائر ہوتا ہے تو ہمیں دستوری اختیار ہے اور ہم اس کے خلاف مہم چلائیں گے۔

رکن پارلیمنٹ جناب محمد ادیب صاحب نے آگاہ کیا کہ حکومت ہند ’’املاک دشمنان‘‘ بل لانا چاہتی ہے۔ انہوں نے پرسنل لا بورڈ سے کہا کہ وہ اس بل سے ہونے والے نقصانات کا جائزہ لے۔

بورڈ کی مجلس عاملہ کے رکن مولانا حافظ سید اطہر علی صاحب ممبئی نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ حکومت وقف بل، رائٹ ٹو ایجوکیشن ایکٹ اور ڈائریکٹ ٹیکسیس کوڈ بل کے سلسلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے دی گئی ترمیمات پر غور کرکے نافذ کرے ورنہ ہندوستان کا مسلمان اسی پلیٹ فارم سے ملک گیر پیمانے پر تحریک شروع کرنے کیلئے مجبور ہوجائیگا۔

اس اجلاس سے مولانا محفوظ الرحمٰن فاروقی صاحب اورنگ آباد، مولانا سید قبول بادشاہ قادری شطاری صاحب حیدرآباد، جناب معصوم مراد آبادی صاحب دہلی، جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ اور جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ نے بھی خطاب کیا۔ جناب محمد رحیم الدین انصاری صاحب رکن مجلس عاملہ بورڈ نے نظامت کے فرائض انجام دیئے، اخیر میں رات کے ڈیڑھ بجے صدر بورڈ محترم کی دعا پر جلسہ عام اختتام کو پہنچا۔

۞۞۞

ضمیمہ ۱

اراکین عاملہ

۱۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر بورڈ لکھنؤ

۲۔ مولانا کاکا سعید احمد عمری صاحب نائب صدر بورڈ عمرآباد

۳۔ مولانا سید جلال الدین عمری صاحب نائب صدر بورڈ دہلی
۴۔ مولانا سید شاہ فخر الدین اشرف صاحب نائب صدر بورڈ امبیڈکر نگر
۵۔ مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ پٹنہ
۶۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب سکریٹری بورڈ حیدرآباد
۷۔ مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ مونگیر
۸۔ جناب عبدالستار یوسف شیخ صاحب سکریٹری بورڈ تھانے
۹۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ حیدرآباد
۱۰۔ جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب خازن بورڈ دہلی
۱۱۔ مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب دہلی
۱۲۔ ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب دہلی
۱۳۔ جناب محمد جعفر صاحب دہلی
۱۴۔ مولانا احمد علی قاسمی صاحب دہلی
۱۵۔ جناب کمال فاروقی صاحب دہلی
۱۶۔ جناب محمد رحیم الدین انصاری صاحب حیدرآباد
۱۷۔ جناب اسدالدین اویسی صاحب ایم پی (بیرسٹر) حیدرآباد
۱۸۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب لکھنؤ
۱۹۔ مولانا سید ارشد مدنی صاحب دیوبند
۲۰۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب (ایڈووکیٹ) لکھنؤ
۲۱۔ جناب ڈاکٹر نعیم حامد صاحب کانپور
۲۲۔ حکیم مولانا محمد عبداللہ مغیثی صاحب میرٹھ
۲۳۔ جناب ملک محمد ہاشم صاحب مدراس
۲۴۔ مولانا حکیم محمد عرفان حسینی صاحب کولکاتہ
۲۵۔ مولانا عبدالشکور قاسمی صاحب کیرالا
۲۶۔ مولانا مفتی محمد اشرف علی باقوی صاحب بنگلور
۲۷۔ مولانا حافظ سید اطہر علی صاحب ممبئی
۲۸۔ محترمہ ڈاکٹر صفیہ نسیم صاحبہ لکھنؤ
۲۹۔ محترمہ پروفیسر مونسہ بشریٰ عابدی صاحبہ ممبئی
۳۰۔ ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ حیدرآباد
۳۱۔ مولانا عبدالعلیم بھٹکلی قاسمی صاحب کاروار

مدعوئین کرام

۱۔ مولانا سید محمود اسعد مدنی صاحب دہلی
۲۔ جناب محمد ادیب صاحب (ایم پی) دہلی
۳۔ قاضی محمد کامل قاسمی صاحب دہلی
۴۔ وقار الدین لطیفی (دفتر بورڈ) دہلی
۵۔ جسٹس سید شاہ محمد قادری صاحب حیدرآباد
۶۔ مولانا سلیمان سکندر صاحب حیدرآباد
۷۔ مولانا سید قبول بادشاہ قادری شطاری صاحب حیدرآباد
۸۔ مولانا حسام الدین جعفر پاشا صاحب حیدرآباد
۹۔ مولانا سید مسعود حسین مجتہدی صاحب حیدرآباد
۱۰۔ جناب محمد علی شبیر صاحب (ایم ایل اے) حیدرآباد
۱۱۔ قبلہ مجتہد محمد جعفر بن معراج صاحب حیدرآباد
۱۲۔ محترمہ صبیحہ صدیقی صاحبہ حیدرآباد
۱۳۔ محترمہ سیدہ عقیلہ خاموشی صاحبہ حیدرآباد
۱۴۔ محترمہ تہنیت اطہر صاحبہ حیدرآباد
۱۵۔ مولانا سید شاہ مصطفیٰ حسین بخاری صاحب کڈپہ
۱۶۔ ڈاکٹر رخسانہ نکہت لاری صاحبہ لکھنؤ
۱۷۔ مولانا سید واضح رشید ندوی صاحب لکھنؤ
۱۸۔ جناب الحاج عبدالرزاق صاحب (ندوہ) لکھنؤ
۱۹۔ جناب شاہد حسین صاحب (ندوہ) لکھنؤ
۲۰۔ جناب اے محمد اشرف صاحب چنئی
۲۱۔ مولانا شاہ قادری مصطفیٰ رفاعی ندوی صاحب بنگلور
۲۲۔ قاضی عبدالعزیز صاحب بیلگام
۲۳۔ مولانا محفوظ الرحمٰن فاروقی صاحب اورنگ آباد
۲۴۔ جناب عبدالوہاب عبدالشکور پاریکھ صاحب ناگپور
۲۵۔ مفتی احمد دیولا صاحب بھروچ
۲۶۔ مولانا آس محمد گلزار قاسمی صاحب میرٹھ
۲۷۔ مولانا رضوان احمد ندوی صاحب (دفتر جنرل سکریٹری) پٹنہ

دہلی میں دوروزہ خواتین کانفرنس

(مختصر رپورٹ)

مرتب: وقارالدین لطیفی ندوی

تحریک اصلاح معاشرہ کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام خواتین کا ایک مشاورتی اجلاس ۲۶؍فروری ۲۰۱۱ء کو جامعہ ملیہ اسلامیہ میں نہرو گیسٹ ہاؤس کے کمیٹی ہال میں سہ پہر ساڑھے تین بجے سے منعقد ہوا، جسمیں دہلی اور مضافات دہلی کے علاوہ لکھنؤ، علی گڑھ، میرٹھ، رامپور، مرادآباد اور سنبھل وغیرہ سے قوم وملت کے کاموں سے دلچسپی رکھنے والی خواتین نے شرکت کی جسمیں باتفاق آراء حسب ذیل تجویز منظور کی گئی:

۱۔ ۱۶؍اور ۱۷؍اپریل ۲۰۱۱ء کو دہلی میں خواتین کا اجلاس زیر اہتمام اصلاح معاشرہ کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ منعقد کیا جائے۔

۲۔ ۱۶؍اپریل کو انصاری آڈیٹوریم جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں دوپہر بعد تعلیم یافتہ خواتین اور طالبات کی کانفرنس ہو۔

۳۔ ۱۷؍اپریل ۲۰۱۱ء کو عیدگاہ جعفرآباد اور عیدگاہ صدر دونوں جگہ خواتین کا بڑا اجتماع ہو۔

۴۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ اس کے اخراجات مسلم پرسنل لا بورڈ برداشت کرے۔

۵۔ اس پروگرام کے سلسلہ میں یہ بھی طے کیا گیا کہ دہلی، ہریانہ، پنجاب اور مغربی یوپی کے کنوینز وسب کنوینز اصلاح معاشرہ کمیٹی اور ارکان بورڈ کی خدمت میں مرکزی اصلاح معاشرہ کمیٹی کے کل ہند کنوینز کی طرف سے ایک خط بھیجا جائے کہ وہ سب اس اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے سرگرم حصہ لیں اور جو خواتین اپنے حلقوں میں بورڈ کے کاموں سے دلچسپی لیتی ہیں ان کی فہرست مکمل پتہ کے ساتھ بورڈ کے دفتر دہلی کو ارسال کریں۔

اس نشست میں دوروزہ خواتین پروگرام کے کنوینز کی حیثیت سے رکن عاملہ بورڈ محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ حیدرآباد کا انتخاب ہوا، رکن بورڈ محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ دہلی کو پروگرام کو آرڈینیٹر، محترمہ تہنیت اطہر صاحبہ حیدرآباد اور محترمہ میمونہ ثروت صاحبہ دہلی ارکان بورڈ کو پروگرام کا جوائنٹ کوآرڈینیٹر اور ارکان استقبالیہ کمیٹی کی حیثیت سے محترمہ زینب مجاہدہ مسرور صاحبہ دہلی رکن بورڈ، محترمہ ڈاکٹر حلیمہ سعدیہ صاحبہ دہلی رکن بورڈ، محترمہ بازغہ تبسم صاحبہ علی گڑھ، محترمہ پروفیسر کہکشاں دانیال صاحبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، محترمہ ریحانہ صدیقہ صاحبہ صدر تنظیم النورنئی دہلی، محترمہ صائمہ انجم صاحبہ سنبھل، مسرور جہاں صاحبہ رامپور، نایاب زہرہ زیدی صاحبہ میرٹھ اور محترمہ نسیمہ خان صاحبہ، صدر اجالا آرگنائزیشن نئی دہلی انتخاب عمل میں آیا۔

اس نشست اور انتخاب کے بعد ارکان استقبالیہ کمیٹی کے علاوہ محترمہ ڈاکٹر صبیحہ خانم صاحبہ، محترمہ ام ایمن صاحبہ، محترمہ ماریہ احمدی صاحبہ، محترمہ زینت صاحبہ، محترمہ صابرہ اعجاز صاحبہ، محترمہ حبیبہ بیگم صاحبہ، محترمہ سراج صاحبہ حیدرآباد، محترمہ اصفیہ صاحبہ، محترمہ زینت مہتاب صاحبہ، محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ، محترمہ ہاجرہ فاطمہ صاحبہ، محترمہ عظمیٰ صاحبہ، محترمہ شمع صاحبہ، محترمہ ثمینہ تابش صاحبہ، محترمہ شاہین صاحبہ، محترمہ اسماء صاحبہ، محترمہ اقراء صاحبہ، محترمہ تبسم صدیقی صاحبہ، محترمہ عزیزہ مرزا صاحبہ، محترمہ شگفتہ صاحبہ، محترمہ فاطمہ صاحبہ، محترمہ نشاط ساجدہ صاحبہ اور محترمہ غزالہ ہاشمی صاحبہ جیسی

قابل ذکر بہنوں کے علاوہ اور بھی بہنوں نے ذہن سازی کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور اپنی بہترین صلاحیتوں اور وقت کو لگا کر کانفرنس کی کامیابی کے لئے کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ جنوبی دہلی وحضرت نظام الدین علاقہ کی تمام مساجد کے تقریباً دوسوتیس مساجد کے ائمہ وخطباء کواس پروگرام سے واقف کرایا گیا اوران سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنی مسجدوں میں جمعہ کے خطبہ سے پہلے اس پروگرام کے عنوانات کو اپنے خطاب کا موضوع بنائیں۔ اس طرح دہلی میں لڑکیوں کے مدارس، اسکولس، کالجیز اور جواہر لال نہرو یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، ہمدرد یونیورسٹی، ذاکرحسین کالج اور دہلی یونیورسٹی کی خواتین اساتذہ سے بھی بطور خاص ملاقات کی گئی اوران سے بھی پروگرام میں شرکت کی درخواست کی گئی، ان خواتین اساتذہ نے بھر پور حصہ لیا اور اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں اپنا گرانقدر تعاون پیش کیا۔

۱۵؍مارچ ۲۰۱۱ء سے پروگرام کوآرڈینیٹر و جوائنٹ کوآرڈینیٹر کی سربراہی میں دہلی کے مختلف علاقوں کے پچہتر محلوں میں تقریباً ایک سوپچیس اجتماعات (کورنر میٹنگس) کئے گئے۔ اس سلسلہ میں اردو اور انگریزی میں پانچ ہزار ہینڈ بلس اور حسب ذیل تعارفی فولڈر دس ہزار کی تعداد میں شائع کرا کر تقسیم کئے گئے۔

’’ملت کی بقاء وتحفظ، کامیابی ونجات صرف شریعت اور قوانین اسلامی کو اپنانے اور زندگی کو اس کے مطابق استوار کرنے ہی میں ہے، یہی وہ واحد راستہ ہے، جس کی جانب قرآن وسنت میں رہنمائی کی گئی ہے۔ ہندوستان میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، مسلم پرسنل لا کے تحفظ ونفاذ کے سلسلہ میں شروع سے ہی مسلسل فکر مند اور کوشاں رہا ہے، بورڈ کے نزدیک معاشرے کی دینی بنیادوں پر درستگی واصلاح، مسلم سماج کو اسلامی قوانین سے واقف وآگاہ کرانے کی مربوط جدوجہد اور صحیح معلومات فراہم کرنے کی تحریک، نیز مسلم سماج میں درآئی غیر اسلامی رسوم و رواج کو ختم کرنے کی کوشش ایک ترجیحی نقطہ رہا ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے بانی حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی صاحبؒ بورڈ کے قیام سے قبل ہی ملک میں اصلاح معاشرہ کیلئے بڑے فکر مند اور کوشاں رہا کرتے تھے۔ اسی طرح ملک کے دیگر علماء اور دینی تنظیموں نے بھی اصلاح معاشرہ کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کے بعد بورڈ اصلاح معاشرہ کے عنوان پر اہمیت کے ساتھ مسلسل تجاویز منظور کرتا رہا ہے اور اس پر کام کرتا رہا ہے، اسلئے بورڈ نے کل ہند سطح پر حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی کنوینزشپ میں ’’**تحریک اصلاح معاشرہ کمیٹی**‘‘ کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دی جو الحمدللہ پوری طرح مرکزی کنوینز کی سرپرستی میں سرگرم عمل ہے۔

خواتین ملت اسلامیہ کا قابل قدر حصہ ہیں اور تقریباً آدھی آبادی انہیں کی ہے، اسلئے ان میں صحیح اسلامی شعور بیدار کرنا پوری ملت کی ذمہ داری ہے، اور انکی فکری، دینی، روحانی، اخلاقی خطوط پر اصلاح کرنا دین کا بنیادی مطالبہ ہے، اور اسلامی تربیت کر کے انہیں متحد کرنا وقت کا اہم تقاضہ ہے!

تحریک اصلاح معاشرہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے اس کی اہمیت وضرورت کو محسوس کرتے ہوئے پہلی مرتبہ دوروزہ شمالی ہند **خواتین کانفرنس** کا انعقاد عمل میں لایا جارہا ہے۔ تا کہ اللہ کے دین سے ان کے رشتے کو مضبوط کیا جائے اور اصلاحی کوششوں میں مردوں کے ساتھ خواتین کو بھی شامل کیا جائے۔ تحریک اصلاح معاشرہ کمیٹی کی جانب سے منعقد کی جانے والی اس شمالی ہند دوروزہ خواتین کانفرنس کے اہم مقاصد میں سرفہرست اصلاح معاشرہ اور دین وشریعت کی تفہیم ہے۔

موجودہ زمانہ میں ہمارے مسلم سماج کے اندر بے شمار برائیاں اور غلط افکار ونظریات درآئی ہیں۔ اور اس نے ہماری قوم کے بڑے حصے پر اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے اور مسلمان اسلامی نظام زندگی سے دوری اختیار کر کے گمراہ کن غیر اسلامی اور ماڈرن سوسائٹی کو اپنانے کی طرف بڑھ رہا ہے، گمراہی اور بے راہ روی ہماری نوجوان نسل کیلئے پرکشش اور محبوب بنتی جارہی ہے۔ ہمارا معاشرہ جہالت وظلمت اور گناہوں سے قریب ہوتا جارہا ہے۔ ایسے نازک وقت میں ہم سب کا انفرادی واجتماعی فریضہ ہے کہ شریعت

اسلامی کے مطابق معاشرے کی اصلاح کریں اور اسلامی معاشرہ کی ٹھوس بنیادوں پر تعمیر نو کا کام کریں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں احکامات اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات امر بالمعروف و نہی عن المنکر (نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے) کی ذمہ داری ملت کے مَردوں اور خواتین پر یکساں ڈالی ہے۔

عبادات کے فوری بعد اگر کوئی فریضہ ہمیں انجام دینا ہے تو وہ ہے۔ نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ہے یعنی ''**اصلاح**'' امت کا فریضہ ہے۔ قرآن پاک میں بار بار اسکی ہدایت آئی ہے!

تحریک اصلاح معاشرہ کمیٹی کے اہم مقاصد:

- عام طور پر مسلمانان ہند میں مرد و خواتین کے شرعی حقوق، حقوق وفرائض کے درمیان عادلانہ توازن، عائلی قوانین کی معاشرہ کے استحکام اور اس کی تطہیر کے لیے اہمیت کا کوئی شعور نہیں ہے احکام شرعی سے عدم واقفیت کی وجہ سے ایسے واقعات بھی پیش آتے رہتے ہیں جن سے اغیار کو اسلام اور شریعت مطہرہ پر انگلی اٹھانے کا موقع مل جاتا ہے، اس کے لیے شدید ضرورت ہے کہ شریعت اسلامی کے عائلی قوانین، عائلی معاملات میں ایک دوسرے کے حقوق اور ان کی ذمہ داریوں، عدل واحسان کے پہلو سے واقفیت کو عام کیا جائے تا کہ عدم واقفیت کی وجہ سے شریعت سے انحراف کے امکانات کم ہوں اور مسلمانان ہند میں شریعت مطہرہ پر کاربند ہونے کا جذبہ پیدا ہو۔ اس کام کے لیے دیگر کوششوں کے ساتھ ساتھ شریعت اسلامی کے عائلی قوانین کے مختلف پہلوؤں پر آسان زبان اور عام فہم انداز میں کتابچے شائع اور تقسیم کیے جائیں۔
- شادی بیاہ کے موقع پر ہونے والی غیر شرعی رسوم اور فضول خرچی کی روک تھام۔
- شادی بیاہ کے موقع سے لڑکے والوں کا نقدی یا سامان وغیرہ کے مطالبات اور ان کی شرعی حیثیت۔
- قرابت داروں، کنبہ اور اہل خاندان کے حقوق اور ان کی اہمیت نیز تنازعات سے بچنے اور ان کو دور کرنے کی کوشش۔
- اخلاقی خرابیاں مثلاً بغض و کینہ، حسد اور ایک دوسرے کی طرف سازشیں اور منشیات کا استعمال۔
- اپنے مقدمات و نزاعات کا دارالقضاء سے فیصلہ کرانا۔
- کاروبار، لین دین اور معاملات میں دیانتداری اور اسلامی اصولوں کی پوری پابندی۔
- شادی بیاہ میں اصراف جہیز و تلک کا مسئلہ، مہر کی عدم ادائیگی کا مسئلہ، زوجین کے حقوق، زوجین کے خاندان اور ان کے باہمی حقوق، خواتین کے ساتھ ناروا سلوک۔
- میراث کی تقسیم اور عورتوں کی حق تلفی کا مسئلہ، یتیم بچوں کے حقوق کا تحفظ، بیوہ اور بے سہارا خواتین کی کفالت اور اس سلسلے میں سماج کی ذمہ داری۔
- اتحاد امت کی دعوت دینا، ذات برادری اور اونچ نیچ جیسے مزاج کو شریعت کے مطابق ڈھالنا۔
- سود اور معاشی استحصال، تجارت کی اہمیت اور اس کا اسلامی طریقہ۔
- عورتوں کا استحصال، بے حیائی و بے پردگی، فحاشی و عریانی کی روک تھام کے لئے عملی اقدام کرنا۔
- مزدوروں کا استحصال اور ان کے حقوق کا مسئلہ۔
- بچوں کے حقوق اور بچہ مزدوری کا مسئلہ (اسلامی نقطۂ نظر سے)۔
- انسانی جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کا مسئلہ۔
- پڑوسیوں کے حقوق، والدین اور بزرگوں کے حقوق کا مسئلہ، بے سہارا خواتین کے تحفظ کا مسئلہ۔
- ظلم واستحصال اور اس کے سدباب میں سماج کی ذمہ داریاں۔
- مذہبی رواداری اور مذہبی جذبات کا پاس ولحاظ۔
- صفائی، پاکی وحفظان صحت اور اس سلسلہ میں سماج کی ذمہ داریاں۔
- شریعت اسلامی کا صحیح تعارف پیش کرنا اور تدریجاً شریعت کو سمجھانا، اسے دلوں میں اس طرح اتارنا کہ عمل سے ظاہر ہو، دین و شریعت پر عمل

کر کے اپنے آپ کو ''نمونہ بنانا'' اور اسکی حفاظت کی جدوجہد میں شریک رہنا۔

- شریعت اسلامی کے مطابق معاشرے کی اصلاح کرنا اور انسانی معاشرہ کی اسلامی بنیادوں پر تعمیر کا کام کرنا۔
- مسلم سوسائٹی کے بچوں، نوجوانوں، بڑوں اور مرد وخواتین کیلئے اصلاح کے موزوں اور آسان پروگرام ترتیب دینا۔
- ہماری خواتین، لڑکیوں اور طالبات کو برائیوں اور ناجائز کاموں سے بچا کر دین کی دعوت، اصلاح وترغیب کے ذریعہ صالح پاکیزہ زندگی گذارنے کی طرف توجہ دلانا۔
- سماج کے بدکردار، بدنما، کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہٹ دھرم افراد سے دور رہنا، جب تک کہ وہ تائب ونادم نہ ہوجائیں۔
- فحش ومنکرات، بے حیائی کے تمام ذرائع کو ختم کرنے کی کوشش کرنا۔
- ٹی وی، انٹرنیٹ، موبائل فون جیسے جدید آلات کا صرف فائدہ بخش باتوں اور بھلے مصرف کیلئے استعمال کرنا۔
- نوجوان نسل کی ذہنی تربیت کا انتظام کرنا تا کہ وہ صالح اسلامی ماڈرن سوسائٹی کی تعمیر نو کیلئے وقف ہوجائیں۔

تحریک اصلاح معاشرہ کمیٹی گذشتہ کئی سالوں سے اپنے مقاصد کے حصول کیلئے مختلف ریاستوں اور اضلاع میں وقتاً فوقتاً مؤثر پروگرام منعقد کرتی رہی ہے۔ اور اس سلسلہ میں وہ شروع دن سے سرگرم عمل ہے۔

اس سلسلہ کی ایک کڑی اصلاح معاشرہ اور شریعت اسلامیہ سے دلچسپی رکھنے والی خواتین و طالبات کیلئے دو روزہ شمالی ہند خواتین کانفرنس بڑے پیمانے پر انشاءاللہ تعالیٰ ۱۶/۱۷ اپریل ۲۰۱۱ء کو منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ یہ کانفرنس تحریک اصلاح معاشرہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام منعقد کی جارہی ہے۔ اس کانفرنس کو ذمہ داران و اراکین مسلم پرسنل لا بورڈ اور ہندوستان کے نامور ومشہور علماء کرام مخاطب فرمائیں گے۔

خواتین وطالبات سے گذارش کی گئی کہ وہ خواتین کانفرنس میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرما کر اصلاح معاشرہ وشریعت اسلامی سے اپنی والہانہ وابستگی اور ملی اتحاد کا ثبوت دیں تو، عنداللہ ماجور ہونگی۔ اور اللہ کی طرف سے مدد آئیگی۔''

پروگرام کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ۱۶/ اپریل ۲۰۱۱ء دس تا بارہ بجے ''طالبات'' کے لئے خاص کیا گیا تھا اور دوسرا سیشن ''دانشور خواتین اور سماجی تعلیمی خدمت گار خواتین'' کیلئے خاص کیا گیا تھا اور اس نشست کا عنوان تھا ''اسلام میں خواتین کے حقوق اور ذمہ داریاں'' اسی طرح دوسرے دن کا پہلا سیشن ''**رضاکار خواتین**'' کے لئے خاص تھا اور آخری دن کا اختتامی سیشن **اجلاس عام** تھا، جس کے موضوعات ''شریعت اسلامی کی اہمیت اور ضرورت'' ''سماجی برائیاں اور اصلاح معاشرہ'' ''مسلم پرسنل لا کے اہم نکات'' ''اصلاح معاشرہ ــــــ مسائل وچیلنجز'' ''تحفظ اور نفاذ شریعت'' ''مسنون نکاح اور خواتین کی ذمہ داریاں'' اور ''اصلاح معاشرہ ایک دعوت ایک تحریک'' اجلاس عام کے لئے یہ سات عناوین طے کئے گئے اور ان ہی کے مطابق پروگرام ہوئے۔

پروگرام کا پہلا دن

کانفرنس کے پہلے سیشن کا آغاز محترمہ ڈاکٹر صبیحہ خانم الیاس صاحبہ کے درس قرآن سے ہوا انہوں نے درس قرآن کے بعد اخلاق و معاملات اور جھوٹ و سچ کے موضوع پر خطاب کیا اس کے بعد محترمہ ثمینہ تابش صاحبہ نے شریعت اسلامی کا تعارف کے عنوان پر، محترمہ سارہ صاحبہ نے ''تعلیم کی اہمیت اسلام میں'' کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اسلام کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہر مسئلہ کا حل مل سکتا ہے اور ہر چیلنج کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ محترمہ اصفیہ صاحبہ نے عورت کا مقام کے موضوع پر، ڈاکٹر حلیمہ سعدیہ صاحبہ پرنسپل ہمدرد پرائمری اسکول نے ''مسلم طالبات کی تربیت اور ترقی'' کے موضوع پر، کنوینر کانفرنس محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے ''دعوت وخدمت کے میدان میں مسلم طالبات کی ذمہ داریوں'' اور ''جذبہ خدمت دین'' کے عنوان پر اور عائشہ طلعت خلجی صاحبہ نے خطاب کیا صدر تنظیم النور محترمہ ریحانہ صدیقی صاحبہ نے اعزازی مہمان کی حیثیت سے شرکت کی اور انہوں نے اپنے خطاب میں بتایا کہ ولادت سے وفات تک

تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے، معاشرہ میں دونوں طرح کی تعلیم ضروری ہے۔علی گڑھ سے تشریف لائی مشہور مقررہ محترمہ ڈاکٹر بازغہ تبسم صاحبہ نے طالبات سے اپنے خطاب میں فرمایا کہ مغرب کی غلطی ہے کہ اس نے خدا کا انکار کیا ہے اور اس کے احکامات کا انکار کیا ہے، مغرب نے ہر چیز کو اعلیٰ تصور کرلیا اور دوسروں کی ہر اچھی چیز کو خراب سمجھا اور اپنے سے کم تر سمجھتا ہے اور اسکو دبانے کی کوشش کرتا ہے۔جبکہ قرآنی تعلیمات میں ہر کچھ موجود ہے مسلم طالبات اسکو اپنائیں ــــــ مغربی عورت سے ہٹکر اسلامی عورت بنیں، مرد بننے کی کوشش نہ کریں۔اختلاط سے گریز کریں۔اس موقعہ پر حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب (رکن بورڈ) نے طالبات سے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ خواتین نے اسلام کیلئے کس طرح کی قربانیاں دی ہیں اور کس جذبہ کے ساتھ شریعت محمدیؐ پر اپنے آپ کو قربان کیا ہے اور کتنے بڑے اولیاء بزرگ، علماء کی شخصیت جن کی وجہ سے آج یہ علم ہم تک پہونچا ان میں بھی ہماری ان ماؤں و بہنوں کا ہی بنیادی رول رہا ہے، انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ طالبات اسلامی حدود میں رہ کر تعلیم ضرور حاصل کریں۔

سلسلہ تقاریر کے بعد اخیر میں سوال و جواب کے لئے بھی وقت رکھا گیا تھا خواتین نے کئی سوالات کئے اور بعض اہم سوال تو پوری نشست کا مقصد اور مدعا تھا۔ان سوالات کے جوابات اے ایم یو علی گڑھ شعبۂ دینیات کے سابق ڈین پروفیسر ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی صاحب اور مرکزی کنوینز اصلاح معاشرہ کمیٹی حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نے دئے۔ ''مسلم طالبات کے لئے کن مضامین کا علم حاصل کرنے کو ترجیح دینا ہے'' کے جواب میں مولانا سعود عالم صاحب نے فرمایا کہ ہر وہ علم جو اللہ اور اس کے رسول کی معرفت عطا کرے جو کائنات کا علم عطا کرے، حصول علم کے لئے کوئی منع نہیں کرتا، جائز علوم میں جو بھی علم حاصل کرنا چاہیں کرسکتی ہیں۔جن علوم کو علماء نے حرام اور ناجائز لکھا ہے ان علوم کا سیکھنا ناجائز اور حرام ہیں۔ اس طرح دوسرے سوال ''مسلم طالبات کو مغربی تہذیب سے بچانے کی کیا تدبیر ہوسکتی ہے؟'' کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ اپنے گھر سے اسکی تربیت کریں، اپنے رسول، صحابہ کرام اور بزرگان دین کے واقعات کی روشنی میں ان کی تربیت کریں اپنی تہذیب اور ثقافت کی روشنی میں تربیت کریں۔اس کے لئے میدان کار میں خواتین سامنے آئیں اور اگر ان کی تربیت میں ان کے تعلیمی ادارے کسی وجہ سے حائل ہو رہے ہیں تو اسکے سدباب کے لئے اپنے اسکول و کالجیز قائم کریں۔اگلے سوال ''انٹرنیٹ پر چیٹنگ کرسکتے ہیں یا نہیں؟'' کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہئے کہ سامنے والا اس کے کچھ غلط مفہوم لے لے اس لئے اسمیں اپنا پہلو مستحکم اور مضبوط ہو تو جائز ہے۔اس کے ضمن میں مولانا نے مصر کی ایک نومسلمہ کا واقعہ بتایا کہ ایک غیر مسلمہ نے کہا کہ اسکرٹ میں پہنتی ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ میں فری ہوں میرے لائق خدمت ہو تو حاضر ہوں اسی خاتون نے اسلام لانے کے بعد کہا کہ حجاب کوئی قید نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں کسی کی پرائیوٹ ہوں عام نہیں ہوں۔اگلے سوال ''کیا غیر مسلم کو سلام کرنا صحیح ہے؟'' کے جواب میں مولانا نے کہا کہ ضرور کرنا چاہئے۔اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ تم سلام کرو جس کو جانتے ہو اسکو بھی جسکو نہیں جانتے ہو اسکو بھی۔

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ سوچ کسی اقدام کی پہلی منزل ہے۔اور یہ اچھی علامت ہے۔میری بنیادی ذمہ داری ہے کہ دین پر عمل کریں اور اسکو خود سمجھیں اور دوسروں کو بھی سمجھائیں۔ اپنے آپ کو دیندار بنائے رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ دوسروں کو دین سمجھایا جائے تو انشاء اللہ تبدیلی آئے گی اور بہت اچھی تبدیلی آئے گی۔ پھر اگلے سوال ''پردہ کے لئے برقعہ ضروری ہے یا نہیں؟'' کے جواب میں حضرت مولانا نے فرمایا کہ پردہ پردہ ہے، شریعت کا جو مطلوب ہے وہ پورا ہونا چاہئے اب برقعہ کیسا ہو کہاں تک ہو کس رنگ کا ہو اس بحث کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہاں تو صرف شریعت کا مطلوب مدنظر رہے۔ اگلے سوال ''گھر گرہستی اور بچوں کو چھوڑ کر کانفرنسوں میں شرکت کرنا کیسا ہے؟'' کے جواب میں فرمایا کہ ضرورت ہے کہ شوہر کو اس کا خیال رکھنا چاہئے، بچوں کا خیال رکھنا اور شوہر کا دھیان

رکھنا بھی ضروری ہے، لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ ہر چیز دینی نقطہ نظر سے شوہر کے ساتھ سیکھنے کو نہیں مل سکتی اس لئے دینی مجلسوں میں شریک ہونا چاہئے اور اسمیں اچھی چیزیں سیکھنے کو ملتی ہیں۔ اور اس کے لئے آپس میں ایک دوسرے کو مل کر کوشش کرنی چاہئے۔

اس نشست کی صدارت کر رہی محترمہ ڈاکٹر صفیہ نسیم صاحبہ نے اپنے صدارتی کلمات میں طالبات سے فرمایا کہ پہلے ہم خود اسلامی ماحول اور شریعت اسلامی کے مطابق خود کو پھر دوسروں کو اس کی طرف متوجہ کریں۔ دوسری نشست کی صدارت محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ نے کی اسمیں ''اسلام میں خواتین کے حقوق اور ذمہ داریاں'' کے عنوان پر منعقد ہوا اسمیں ''اجالا آرگنائزیشن''، دہلی کی صدر محترمہ نسیمہ خان صاحبہ نے بھی بطور خصوصی مہمان کے شرکت فرمائی۔ اس نشست سے خواتین زمرہ سے محترمہ ثمینہ تابش صاحب، محترمہ پروفیسر کہکشاں دانیال صاحبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، محترمہ ڈاکٹر حلیمہ سعدیہ صاحبہ اور محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے خطاب کی اس کے علاوہ مولانا ڈاکٹر سعود عالم قاسمی صاحب، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، مولانا ڈاکٹر مفتی مکرم احمد صاحب اور حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے خطاب کیا۔ اس سیشن میں تقریباً چار سو خواتین نے شرکت کی، اہم سوالات میں ''مطلقہ، بیوہ کے حقوق کی حفاظت، دار القضا کے متعلق شعور کی کمی، پردہ کی تعریف، لباس، نفقہ اور وراثت کے سلسلہ میں سوالات کئے گئے جس کے تشفی بخش جوابات دئے گئے۔ نظامت کے فرائض محترمہ تہنیت اطہر صاحبہ نے انجام دیں۔

پروگرام کا دوسرا دن:

دوروزہ خواتین کانفرنس کے آخری دن کا پروگرام بھی پورے اہتمام کے ساتھ شروع ہوا، پہلی نشست میں ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے بورڈ کے اغراض و مقاصد کی روشنی میں بورڈ کا تعارف اور خدمات کے دائرہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی، اس کے بعد مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی صاحب نے فرمایا کہ قانون شریعت کسی انسان کا بنایا ہوا قانون نہیں ہے یہ اللہ کا قانون ہے اور اسکی تشریح و تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جس کو ہم حدیث کہتے ہیں اصل قانون تو صرف اللہ کا ہے، اور اس قانون میں اللہ نے ذرہ برابر کی تبدیلی کا اختیار کسی کو نہیں دیا۔

وقفہ سوالات کے دوران طالبات و خواتین نے کئی اہم و نازک سوالات بھی کئے جن میں سے ایک ''ایک سے زیادہ شادی کرنا جائز ہے اور اسلام میں اس کا کیا حکم ہے؟'' کے جواب میں مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی صاحب نے فرمایا کہ یہ قانون اللہ کا بنایا ہوا ہے، شاید ہمارے اس ناقص العقل میں سمجھ میں نہ آئے، مردوں کو صرف اجازت دی ہے لیکن اس میں شرائط رکھ دی ہیں۔ دوسرے سوال ''باپ کے انتقال کے بعد اولاد کا اپنی ماں کو گھر سے نکالنا، عورت کو بے سہارا کرنا، میراث سے بے دخل کرنا اسلام میں اس کا کیا حکم ہے؟'' کے جواب میں مفتی صاحب نے فرمایا کہ شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ایسا انتظام کردے کہ اس کو کوئی پریشانی نہ ہو، معاشرہ میں ایسا فنڈ ہو جو بے سہارا عورتوں کی کفالت کرے۔ اسی طرح ایک اور سوال ''کیا کانفرنسوں میں فوٹو، ویڈیو وغیرہ کرنا درست ہے؟'' کے جواب میں فرمایا کہ ان تصویروں کو منع کیا گیا ہے جنکا تعلق شرک سے ہو یا شرک کے قریب لے جانے والی ہو یا ایسی تصویر جس سے بے راہ روی پھیلتی ہو اگر تعلیم کو عام کرنا چاہتے ہیں یا ریکارڈ میں رکھنا چاہتے ہیں تو اس میں گنجائش ہے۔

ڈاکٹر حلیمہ سعدیہ صاحبہ نے اپنے خطاب میں تقوی اختیار کرنے پر زور دیا اور شادی بیاہ کے موقع پر بیجا اسراف کے خاتمہ کے لئے کمر بستہ ہوجانے کی تلقین کی اور یہ بھی بتایا کہ سماجی بگاڑ کو دور کرنے کے لئے اقدام کی ضرورت ہے کہ ہم متحد ہوجائیں۔ بشری رحمٰن صاحبہ سنبھل نے فرمایا کہ ہمیں اس موجودہ دور میں کیا کرنا چاہئے اس کے لئے ہم کو دور نبی کو دیکھنا ہوگا اور اسکو بغور سمجھ کر آگے کام کرنے کا طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ ممدوحہ ماجد صاحبہ نے فرمایا کہ اللہ اس پر رحم نہیں کرتا جو انسان پر رحم نہیں کرتا۔ ہم سب اپنے آپ کو جہنم سے بچنے اور اپنے گھروں کو بچانے کی فکر اپنے اندر پیدا کریں۔ اصلاح معاشرہ کی یہ ایک کوشش ہے آگے بھی اس پر کام ہوگا، اور انہوں نے تمام خواتین کا شکریہ ادا کیا۔

دوسرا سیشن جو اجلاس عام تھا وہ حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ کی صدارت میں شروع ہوا۔

اللہ کی دعوت وحکمت کے ساتھ دین کا کام قول، فعل اور قلم تین طرح سے کیا جاسکتا ہے۔ دین کے کام کے لئے تین راستے ہیں، ہمارا کام دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کا پیغام پہنچانا ہے۔ ان خیالات کا اظہار اجلاس عام کے آغاز کے موقع سے کیا گیا۔

اجلاس عام سے خطاب کرتے ہوئے مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ شریعت ہماری حفاظت کرے گی جب ہم شریعت پر عمل کریں گے اسی قدر جس قدر ہم عمل کریں گے، اچھے اور برے کی تمیز نہ ہو تو انسان انسان نہیں ہے، اپنے نفس کو قابو میں رکھا جائے اور ہم جب تک اپنے نفس کو قابو میں نہیں رکھیں گے اس وقت تک ہمارے لئے دین کو اپنانا آسان نہ ہوگا۔

محترمہ ڈاکٹر حلیمہ سعدیہ صاحبہ رکن بورڈ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ جب ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو سب سے کامیاب شخص وہ ہے جو دیندار ہے۔ کامیابی کی سب سے بڑی بنیاد دینداری ہے، پہلی خوبی ایمان اور دوسری خوبی عمل صالح ہے۔

محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ کنوینر پروگرام ورکن عاملہ بورڈ نے اپنے خطاب میں خواتین کی تعلیم پر زور دیا اور آسان وجہیز سے پاک شادی کی ترغیب دی، محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ رکن بورڈ نے کہا کہ بلاشبہ جہیز معاشرہ کے لئے ایک ناسور ہے یہ ہمیں دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے کھوکھلا کرتا ہے، ضرورت ہے کہ ہم سب جہیز کے خلاف مہم چلائیں اور آج یہ عہد کریں کہ ہم جہیز کے خلاف آواز اٹھائیں گے۔ اس اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے بورڈ کے رکن عاملہ جناب کمال فاروقی صاحب نے خواتین کے اس جذبہ کی قدر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وقت کی ایک بڑی اہم ضرورت ہے اور ہم آئندہ اس سے زیادہ بڑے پیمانے پر منظم طریقے سے اس پروگرام کو کریں گے۔

محترمہ تہنیت اطہر صاحبہ رکن بورڈ نے کہا کہ ضرورت ہے کہ ہم دین کی داعیہ بنیں، اللہ نے عورت کو شرم وحیا کا زیور دیا ہے اور ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اللہ کے اس خاص انعام کا احترام کریں۔

بورڈ کی مجلس عاملہ کے رکن مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ یہ دو دن دہلی کی تاریخ میں ایک نئی سطر کا آغاز ہوگا۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح رکن بورڈ اور شاہی امام مسجد فتحپوری ڈاکٹر مولانا مفتی مکرم احمد صاحب نے اس اجلاس کو تاریخ ساز قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ عورتیں اصلاح معاشرہ کے میدان میں آگے آئیں تو اس سے معاشرہ کی اصلاح میں بڑی آسانی ہوگی۔ اس کے بعد بورڈ کی مجلس عاملہ کے رکن جناب ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب نے فرمایا کہ اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے ہم سب کو اجتماعی جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ اجلاس حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی دعا پر ختم ہوا۔

اس دوروزہ خواتین پروگرام کا آخری سیشن جو اجلاس عام کا سیشن تھا الحمدللہ بڑا کامیاب اور مؤثر ثابت ہوا، اس میں چار ہزار سے زیادہ خواتین نے پوری دلچسپی کے ساتھ شرکت فرمائی۔ اس کانفرنس میں بورڈ کی اصلاح معاشرہ کمیٹی کی مطبوعات کو از سرنو طبع کرا کر کل گیارہ مطبوعات ''جب رشتہ ٹوٹتا ہے'' ''شادی مبارک'' ''مسلم پرسنل لا کا مسئلہ نئے مرحلہ میں'' ''نکاح اور طلاق'' ''خواتین کے مالی حقوق'' ''عقیقہ کی سنت ادا کیجئے'' ''دختر کشی کی لعنت'' ''لڑکیوں کا قتل عام'' ''امت مسلمہ کی دو امتیازی خصوصیات'' ''اسلام نے عورت کو کیا دیا'' ''تقریبات کا لین دین اور اس کی برائیاں'' کے ساتھ ساتھ مرکزی کنوینر اصلاح معاشرہ کمیٹی کی تیار کردہ ''مفت اور لازمی حصول تعلیم مسلم بچوں کا قانونی حق'' نامی کتابچے کے ساتھ اصلاح معاشرہ سے متعلق چھ اسٹیکرس بھی شرکاء کے درمیان تقسیم کئے گئے۔ جسکی ترتیب واشاعت کا اہتمام اصلاح معاشرہ کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ خانقاہ رحمانی مونگیر نے کیا تھا۔

❁❁❁

مرکزی دفتر بورڈ کی سرگرمیاں

(مختصر رپورٹ)

مرتب: وقارالدین لطیفی ندوی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی کارکردگی حالیہ مہینوں میں جو کچھ رہی ان میں ۲۳/۲۴/ اپریل ۲۰۱۱ء کو دارالعلوم حیدرآباد میں مجلس عاملہ کا اجلاس ہے جسکی علیحدہ سے مکمل کارروائی شریک اشاعت ہے، اس کے علاوہ دہلی میں دوروزہ عظیم الشان خواتین کانفرنس کی قدرے تفصیلی رپورٹ علیحدہ سے شامل کی گئی ہے ان دونوں پروگرام کی علیحدہ سے روداد کے بعد جو کارکردگی ہے اسکا مختصر ذکر ذیل کی سطروں میں کیا جارہا ہے۔

اوقاف:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے وقف ترمیمی بل ۲۰۱۰ء کے سلسلہ میں مستقل کوشش کی جارہی ہے، اوراس کی رپورٹ بورڈ کے خبرنامہ جولائی تا ستمبر ۲۰۱۰ء و اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۰ء کے شمارہ میں تفصیل کے ساتھ آچکی ہے مختصر یہ کہ بورڈ کے ایک مؤقر وفد نے مرکزی وزیر برائے اقلیتی امور جناب سلمان خورشید صاحب وزیر برائے اقلیتی امور سے اس سلسلہ میں ۳/ جولائی ۲۰۱۰ء کو پھر ۲۳/ جولائی ۲۰۱۰ء کو ان کے دفتر پر ملاقات کی اوراس کے بعد اسی سلسلہ میں بورڈ کی طرف سے تیار کردہ ۲۸/ ترمیمات پر مشتمل مسودہ بھی پیش کیا گیا۔ اس کے بعد بورڈ کے ذمہ داروں نے یہ طے کیا کہ مسلم ارکان پارلیمنٹ کے ساتھ اہم ایشوز پر تبادلہ خیال کا سلسلہ شروع کیا جائے چنانچہ ۴/ اگست ۲۰۱۰ء کو شام ۶/ بجے کانسٹی ٹیوشن کلب میں اس سلسلہ کی ایک نشست منعقد ہوئی جس میں بورڈ کے ذمہ داروں میں حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب اور جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے شرکت فرمائی اس کے بعد ۵/ اگست ۲۰۱۰ء کی شام نائب صدر جمہوریہ ہند جناب محمد حامد انصاری صاحب سے بورڈ کے ایک مؤقر وفد نے سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی قیادت میں ملاقات کی، اس وفد میں بورڈ کے اسسٹنٹ جنرل سکریٹری جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب، ارکان عاملہ میں مولانا فضل الرحیم مجددی صاحب اور جناب کمال فاروقی صاحب شریک تھے۔

بورڈ کے وفد، جس میں مولانا محمد ولی رحمانی صاحب، جناب کمال فاروقی صاحب، جناب نجمی وزیری ایڈوکیٹ صاحب شریک تھے، سلیکٹ کمیٹی کے سامنے مؤرخہ ۴/ نومبر ۲۰۱۰ء کو پیش ہوئے اور اپنا موقف کمیٹی کے سامنے واضح کیا اور بتایا کہ ایکٹ اور بورڈ کے موقف میں بہت نمایاں فرق کیا گیا ہے:

وقف ترمیمی بل ۲۰۱۰ء میں بنیادی اختلاف کے نکتے

	وقف ایکٹ (۲۰۱۰ء) میں کہا گیا:		مسلم پرسنل لا بورڈ کا موقف:
۱	وقف کی جائداد کے انخلاء کیلئے پبلک پریمیسز ایکٹ نافذ کرنے پہ ایکٹ خاموش ہے	۱	موقوفہ جائداد کو خالی کرانے کیلئے پبلک پریمیسز ایکٹ نافذ کیا جائے۔ (تب ہی یہ ایک موئثر ہوگا)
۲	ناجائز قبضہ اور متولی کی تعریف ادھوری ہے	۲	بورڈ نے ناجائز قبضہ اور متولی کی جامع تعریف کی۔
۳	غیر رجسٹرڈ وقف عدالتی چارہ جوئی سے محروم	۳	رجسٹریشن ہونا چاہئے مگر (الف) غیر رجسٹرڈ وقف عدالتی چارہ جوئی سے محروم نہ ہوں (ب) جو وقف جائداد ہے، جو ماضی میں وقف رہے ہیں اور جو مستقبل میں ہوں گے، ہر ایک کا رجسٹریشن برابر جاری ہے۔

۴	غیر رجسٹرڈ وقف کے لئے وقف کمشنر اور متولی قصوروار نہیں	۴	متولی اور وقف کمشنر سروے افسر کو قصوروار ٹھہرایا جائے۔
۵	موقوفہ جائداد کا ہبہ یا فروختگی ناممکن	۵	ہبہ نہیں ہونا چاہئے، مگر بہت خاص حالات میں وقف کو فروخت کر کے مقاصد وقف اور منافع وقف کی حفاظت کیجائے۔
۶	مسجد، مقبرہ، امام باڑہ، درگاہ، قبرستان کا اکوزیشن ہوسکتا ہے	۶	اکوزیشن سے مسجد، مقبرہ، امام باڑہ، درگاہ، قبرستان کو علیٰحدہ رکھا جائے۔
۷	وقف بورڈ سے مسلم تنظیموں کی نمائندگی ختم	۷	دو مشہور تنظیموں کے عہدہ داروں کو رکن بنایا جائے۔
۸	وقف بورڈ میں ٹاؤن پلانر، بزنس منیجر اور ماہر زراعت کا نمائندہ ہو	۸	غیر ضروری ہے۔
۹	وقف بورڈ کا ایک ممبر ڈپٹی سکریٹری رینک کا ہو	۹	غیر ضروری ہے۔
۱۰	غیر مسلم وقف نہیں کرسکتا	۱۰	غیر مسلم وقف کرسکتا ہے۔
۱۱	وقف سروے کا کام ان اوقاف پر ہوگا، جو ایکٹ کے نفاذ کے وقت وقف کی شکل میں ہوں	۱۱	شرعی قانون اور سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے کہ جو جائداد ایک بار وقف ہوگئی وہ وقف باقی رہیگی، اسلئے ماضی اور حال کے تمام اوقاف کا سروے ہو، اور سروے کا سلسلہ جاری رہے۔
۱۲	واقف اور وقف علی الاولاد کی تعریف غیر واضح	۱۲	واضح تعریف ہونی چاہئے۔
۱۳	اوقافی جائداد میں ریونیو ریکارڈ بنیادی ہوں گے	۱۳	اوقافی جائداد میں وقف رجسٹر کی حیثیت بنیادی ہوگی ریونیو ریکارڈ اسی لحاظ سے درست کئے جائیں۔ اسلئے کہ وقف جائداد کو سروے ریکارڈ میں عام طور پر سرکاری کارندے سرکاری زمین یا اسی طرح کی کوئی چیز لکھ دیتے ہیں۔ جسطرح بعض صوبوں میں قبرستان کو کبیرا استھان لکھا گیا ہے۔

چیرمین سلیکٹ کمیٹی جناب پروفیسر سیف الدین سوز صاحب نے بورڈ کا موقف سننے کے بعد وزارت قانون اور وزارت اقلیتی امور کے نمائندوں سے چند سوالات کئے جن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ وقف کی جائیداد کے انخلاء کے لئے پبلک پریمیسز ایکٹ نافذ کرنے میں وزارت کی کیا رائے ہے۔ افسروں نے کہا کہ پبلک پریمیسز ایکٹ صوبائی قانون ہے اس لئے ایسا قانون بنانا صوبوں کا دائرہ کار ہے۔ اس نازک موقع پر بورڈ کے سکریٹری مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے واضح کیا کہ پبلک پریمیسز ایکٹ صرف صوبے کا نہیں مرکز کا بھی ایکٹ ہے اور مرکزی وزارت، راجیہ سبھا کو گمراہ کرنا چاہ رہی ہے۔

مختلف سطحوں پر کوشش جاری ہے اور ذمہ داروں سے ملاقات کی جارہی ہے اور مختلف صوبوں میں اوقاف کی صورتحال اور وہاں کے قانون کے جائزہ کا کام جاری ہے۔ اس پس منظر میں حسب ذیل خط سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے ۱۲/اپریل ۲۰۱۱ء کو وزیر اعظم کے نام لکھا:

محترم ڈاکٹر منموہن سنگھ **تسلیمات**

مجھے معتبر ذرائع سے اطلاع ملی، کہ وقف ڈیولپمنٹ ایجنسی کے ذریعہ وقف جائداد کی ترقی اور اقلیتوں کو اس کے ذریعہ نفع فائدہ پہونچانے کی اسکیم کو مرکزی کابینہ نے منظوری دیدی ہے، خبر ہے کہ یہ ایجنسی اقلیتی مالیاتی

ترقیاتی کارپوریشن کے تحت کام کرے گی۔

میرے خیال میں یہ اقدام وقف کی جائداد کو ختم کرنے کی قانونی راہ فراہم کرے گا، وقف جائدادوں کا بنیادی مقصد مسلمان ہیں، اقلیتیں نہیں، اور وقف خالص مذہبی معاملہ ہے، وقف بورڈوں کی نا اہلی کی وجہ سے پچھلے برسوں میں وقف جائداد کو بے حد نقصان پہونچا ہے، اس کے پیش نظر وقف کی حالت کو درست کرنے کے لئے سنٹرل وقف کانسل بنایا گیا۔ مگر یہ قانونی جھول رہا کہ سنٹرل وقف کانسل کا صوبائی وقف بورڈوں سے کوئی قانونی رابطہ نہیں رہا، اور اسکی یہ حیثیت نہ بنی کہ وہ واچ ڈاگ کا کام کر سکے، اور وقف کی جائدادوں کے غلط قبضہ اور غلط تصرف میں رکاوٹ ڈال سکے۔

چند ماہ قبل سنٹرل وقف ایکٹ آیا، اور وہ بھی بے دانت کے بل کے شکل میں ـــــ مسلم تنظیموں نے اس کی مخالفت کی، مسلم پرسنل لا بورڈ کے وفد نے وزیر قانون اور وزیر اقلیتی امور کے سامنے اپنا نقطۂ نظر رکھا، میں لوک سبھا سے منظور شدہ اسی بل پر نظر ثانی کے لئے دروازوں پر دستک دیتا رہا اور مجھے اطمینان ہوا کہ بل راجیہ سبھا کی سلیکٹ کمیٹی کے حوالہ ہوا، انہیں کہہ سکتا کہ سلیکٹ کمیٹی کیا رائے دے گی، لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ سنٹرل وقف ایکٹ میں ناجائز قبضوں کو ہٹانے کے لئے پبلک پریمسز ایکٹ کو وقف کی جائداد کے انخلا کے لئے استعمال کرنے کی ہدایت ایکٹ میں ہونی چاہئے۔

ابھی یہ اونٹ کروٹ نہیں بیٹھا ہے، کہ وقف ڈیولپمنٹ ایجنسی کی اصولی منظوری کیبنٹ نے دیدی، میں سمجھتا ہوں کہ اس کے ذریعہ وقف کی بچی کھچی جائداد کو ختم کرنے کی یہ قانونی راہ ہے۔

مرکزی کانسل آف منسٹرس کو سنٹرل وقف کانسل کی تجویز کو منظور کرنا چاہئے، کانسل کا یہی موضوع ہے، اور اسی کام کے لئے وہ بنائی گئی ہے، وقف کانسل نے اس لئے مفصل تجویز وزارت اقلیتی امور میں پیش کی تھی، اسے کنارہ لگا دیا گیا، اور ایک ایسی تجویز پر کیبنٹ نے مہر لگا دی جو ''غیر قانونی'' اور وقف کی منشاء کے خلاف ہے۔

میں آپ سے گذارش کرتا ہوں، کہ کیبنٹ کے اس فیصلہ پر نظر ثانی کے لئے وقت نکالیں، ساتھ ہی سنٹرل وقف کانسل کی تجویز پر غور کر کے اسے منظوری دیں۔

واضح رہے کہ یہ خط ملک کے اردو اخبارات میں ''وزیر اعظم کے نام کھلا خط'' کے عنوان سے شائع ہوا، اسی خط کے بعد جناب سلمان خورشید صاحب نے صدر بورڈ محترم اور سکریٹری بورڈ محترم کے نام ایک خط بھیجا جس کے جواب میں سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے درج ذیل خط وزیر اقلیتی امور جناب سلمان خورشید صاحب کے نام ۱۲؍مئی ۲۰۱۱ء کو بھیجا:

مکرم ومحترم جناب سلمان خورشید صاحب سلام مسنون

۲۷؍اپریل کا جناب کا لکھا گرامی نامہ پیش نظر ہے ـــــ

(۱) آپ کا یہ شکوہ درست ہے، کہ آپ سے وقف ڈیولپمنٹ اتھاریٹی پر میری گفتگو نہیں ہوئی، مگر میرا شکوہ کون سنے گا، کہ میں نے تین چار مرتبہ اس موضوع پر گفتگو کے لئے آپ کو پیغام دیا، مگر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، نتیجۃً اس موضوع پر گفتگو نہ ہوسکی، میٹنگوں میں آپ سے ملاقات اور تبادلۂ خیال کا موقع ملتا رہا، مگر میٹنگوں کا بھاری بھرکم ایجنڈا ہی ان ملاقاتوں میں زیر گفتگو رہا، کسی اور موضوع پر گفتگو کی گنجائش نہیں تھی۔

(۲) وقت ڈیولپمنٹ اتھاریٹی سنٹرل وقف کانسل میں کئی بار گفتگو ہوچکی ہے، NMDFC (نیشنل مائنوریٹی ڈیولپمنٹ فینانس کارپوریشن) کی ہیئتی تبدیلی کے سلسلہ میں جب مرکزی کیبنٹ نے اصولی منظوری دیدی، اور محترم جناب عبدالرحمان انتولے کے عہد وزارت میں یہ کارروائی آگے بڑھی، تو سنٹرل وقف کانسل کے ممبران نے اس پر تشویش ظاہر کی ـــــ ۱۲؍اپریل ۲۰۱۰ء کو اتھاریٹی کے سلسلہ میں ایک مفصل خط جناب سید شہاب الدین، جناب نسیم الدین، مولانا فضل الرحیم مجددی صاحب (ان حضرات کی سنٹرل وقف کانسل کی رکنیت کی مدت ۷؍مارچ ۲۰۱۰ء کو پوری ہوگئی) نے سونیا گاندھی جی، ڈاکٹر منموہن سنگھ کے علاوہ کیبنٹ سکریٹری کو مفصل خط بھیجا، ایک سال گذر گیا، اس خط کا کوئی جواب نہیں آیا، اور نہ ان حضرات سے مذکورہ موضوع پر گفتگو کا وقت نکل سکا۔

(۳) آنجناب نے وقف ڈیولپمنٹ اتھاریٹی پر بیانات دیئے، تو میں نے آپ سے گفتگو کرنا چاہی، آپ کی مصروفیت کی وجہ سے مجھے

گفتگو کا وقت نہ مل سکا، پھر میں نے وزیراعظم کو خط لکھا، اور ایک صحافی نے مجھ سے رائے جاننا چاہی، تو وہ خط بھیج دیا۔

(۴) مجھے امید ہے، کہ آپ اس موضوع پر گفتگو کے لئے وقت نکالیںگے ـــــ زیادہ بہتر ہوگا، کہ وقف ڈیولپمنٹ اتھاریٹی کا جو خاکہ آپ کے سامنے ہے، اسے آپ مجھے، مسلم پرسنل لا بورڈ اور مسلم جماعتوں کو بھیجوادیں، اور پھر اس پر کھلے دل و دماغ سے گفتگو ہو ـــــ میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ، ''صحیح وہی ہے، جو سرکاری دفتر کے ٹیبل سے ہوکر آیا ہے''، اسے آزادانہ اور صحتمندانہ غور و فکر کے لئے زہر سمجھتا ہوں، یہ وہی سرکاری ٹیبل ہے، جن کی حرکتوں نے مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان پہونچایا ہے، جس کا نظارہ حال کے دو برسوں میں MCD, MSDP میں ہم لوگوں نے دیکھا ہے ـــــ ماضی میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

(۵) نہ صرف وقف ڈیولپمنٹ اتھاریٹی، بلکہ مائنوریٹی ڈیولپمنٹ فینانس کارپوریشن، وقف ڈیولپمنٹ کارپوریشن، حج کارپوریشن، حج سبسیڈی، مولانا آزاد ایجوکیشن فاؤنڈیشن اور MCD, MSDP پر گفتگو کے لئے تیار ہوں، آپ جب وقت دیں، انشاءاللہ گفتگو ہوگی، اور بہتر نتائج سامنے آئیں گے، دوسری وزارت کے معاملہ میں متعلق وزیر کی موجودگی میں گفتگو مناسب ہوگی۔

(۶) MCD کے سلسلہ میں تقریباً تین ماہ قبل میں نے بیس سروے رپورٹ اور اپریزل رپورٹ مانگی تھی، پھر آپ کے حکم کے مطابق خط لکھا تھا، آپ نے جواب دیا کہ ڈپارٹمنٹ کو میرا خط بھیجدیا گیا ہے، مگر ڈپارٹمنٹ نے اب تک بیس سروے رپورٹ اور اپریزل رپورٹ نہیں بھیجی اتنے دنوں میں تو RTI کے تحت رپورٹ مل جاتی۔ میں نے ۱۱/اپریل ۲۰۱۱ء کی میٹنگ کے بعد آپ اور OSD کو اس طرف متوجہ کیا، اور ابتک رپورٹ کے انتظار میں ہوں۔

(۷) آپ کی وزارت نے MCD کے نفاذ کے سلسلہ میں جو گڑبڑ کی ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ کشن گنج میں مدارس کے انفراسٹکچر کے ڈیولپمنٹ کے لئے رقم دی، بہار کے دوسرے MCD کے لئے مرکزی وزارت نے مدارس کے لئے رقم دینے سے انکار کیا، جب وزیراعلیٰ نتیش کمار اور چیرمین مدرسہ بورڈ بہار نے بیانات داغنے اور مرکزی حکومت پر نشانہ سادھا، تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس معاملہ کو حل کیجئے، میں نے عرض کیا تھا کہ بہار کے بقیہ چھ ضلعوں MCD کی تجویزوں میں مدارس کے انفراسٹکچر پر آدھی رقم آپ کی وزارت دیدے، اور آدھی رقم MHRD سے دلوادیجئے، آپ نے اس سے اتفاق کیا، اور مجھے بہار سرکار سے تجویز منگا کر آپ کو دینے کا مشورہ دیا، میں نے وہ تجویز منگوا کر آپ کی خدمت میں پیش کردی، تقریباً دس مہینے گذر گئے، ابتک میں آپ کے فیصلہ اور حکومت بہار رقم کی منتظر ہے، مگر......! آپ غور فرمائیے کہ ایک ضلع کو رقم کی منظوری دینا اور دوسرے چھ اضلاع میں اسی مد میں رقم منظور نہ کرنا، کون سا انصاف ہے؟ سکریٹری وزارت اقلیتی امور کا اڑیل رویہ اپنی جگہ ''قائم'' ہے اور آپ کی ہمدردی اور عنایت اپنی جگہ......!

مجھے امید ہے، کہ آپ ان جیسے امور پر ہم لوگوں کے مشورہ سے خود فیصلہ فرمائیں گے، تو زیادہ بہتر ہوگا، پالیسی اور نفاذ کار کا طریقہ اگر وزارت کے افسران طے کریں گے، تو نہ حکومت کے لئے خیرخواہی کا احساس پیدا ہوگا، اور نہ مسلمانوں کو فائدہ ہوگا۔

خلوص اور باہمی اعتماد و تعاون کے جذبہ کے ساتھ.......

اصلاح معاشرہ:

بہار و جھارکھنڈ میں اصلاح معاشرہ کی سرگرمیاں

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے تحت اصلاح معاشرہ کی تحریک پورے ملک میں کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے، اس تحریک سے جہاں تنظیموں، جماعتوں اور اداروں کے سربراہان جڑ چکے ہیں، وہیں مدارس اسلامیہ کے علماء اور مساجد کے ائمہ و خطباء بھی اس نیک کام میں لگے ہوئے ہیں، دانشوروں اور سماجی فلاح و بہبود کے لئے کام کرنے والوں کا طبقہ بھی اس اہم کام سے وابستہ ہے، اور یہ سارے حضرات اپنے اثر و نفوذ کا استعمال کرکے معاشرہ کی صلاح و فلاح کا خوشگوار فریضہ کامیابی کے ساتھ ثواب کی نیت سے انجام دے رہے ہیں، اس تحریک کو نوجوانوں کی انقلابی جماعت اور گھر اور

خاندان کی اصلاح میں اہم کردار ادا کرنے والی خواتین کی شمولیت سے بھی بڑی تقویت ملی ہے، اور شہروں سے لیکر دیہات تک مسلم معاشرہ میں انقلاب اور تبدیلی کے بڑے آثار محسوس کیے جارہے ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صدر بورڈ، جنرل سکریٹری بورڈ اور اصلاح معاشرہ کے کل ہند کنوینر حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کی ہمہ گیر شخصیت اور حلقۂ اثر نے بھی اس اہم کام کی کامیابی میں اہم کردار ادا کیا ہے اور یہ تحریک پورے ملک میں زور وشور سے جاری ہے، اور اجلاس، سمینار، کانفرنس اور ورکشاپ کے ذریعہ دین وملت کے خادم اللہ کے بندوں کو اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر چلانے میں کامیاب دکھائی دے رہے ہیں، صوبہ بہار اور جھارکھنڈ میں بھی اصلاح معاشرہ کی تحریک منظم انداز پر چل رہی ہے، فروری، مارچ، اپریل اور مئی کے مہینوں میں متعدد مقامات پر اصلاح معاشرہ کے جلسے، میٹنگ، سمینار، کانفرنس اور ورکشاپ منعقد ہوئے، اور دینی اور اسلامی فضاء بنی، اور زندگی کو شریعت کے دائرہ میں رہ کر گذارنے کا مزاج بنا۔ جن اضلاع میں اصلاح معاشرہ کی سرگرمیاں جاری ہیں ان کے نام ہیں۔ مظفر پور، ویشالی، کٹیہار، نوادہ، سمستی پور، دربھنگہ، بیگوسرائے، کھگڑیا اور مونگیر۔ (دمکا، جھارکھنڈ)۔

۱۸/فروری کو مدرسہ اسلامیہ سعد پورہ کے شاندار اجلاس میں مولانا مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، مولانا انوار اللہ فلک سیتامڑھی اور ناظم مرکز اصلاح معاشرہ جناب مولانا حسین احمد رحمانی شریک ہوئے، یہاں علماء کرام نے معاشرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ خطوط پر چل کر صالح معاشرہ بنانے کی اپیل کی اور قرآن وحدیث کی روشنی میں علم وہدایت کی باتیں سنائیں۔ ۲۵/فروری کو بیگوسرائے کے تکیہ، بنواری پور، منصور چک میں اصلاح معاشرہ کانفرنس ہوئی، یہاں میٹنگیں بھی ہوئیں اور ورکشاپ بھی ہوئے، اس میں جامعہ رحمانی سے مولانا محمد نعیم صاحب رحمانی، مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری، اور علاقہ کے دوسرے علماء کرام شریک ہوئے، یہ دوروزہ علماء کا اصلاحی دورہ ماسٹر محمد انوار صاحب اور ان کے رفقاء کی محنت سے کامیاب ہوا۔ ۲۵/مارچ کو جناب مولانا مفتی محمد عارف صاحب رحمانی استاذ جامعہ رحمانی کی صدارت میں مدرسہ اسلامیہ بہادر پور، چکنوٹا، ویشالی میں اصلاح معاشرہ کانفرنس ہوئی، اس کانفرنس میں جناب مولانا حسین احمد صاحب رحمانی ناظم مرکز اصلاح معاشرہ خانقاہ رحمانی مونگیر، جناب مولانا مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی، امارت شرعیہ اور مولانا مطلوب الرحمان نے شرکت کی، یہاں علماء کرام نے صالح معاشرہ کی تشکیل پر زور دیا اور بتایا کہ ہم اسلامی نظام معاشرت قائم کریں، ہماری دنیا میں ترقی اور آخرت میں کامیابی کے لئے یہ ضروری ہے۔ ۲۸/مارچ سے لے کر یکم اپریل تک نوادہ ضلع میں علماء کرام پر مشتمل وفد کا ۵/روزہ اصلاحی دورہ ہوا، جس میں مولانا حسین احمد رحمانی خانقاہ مونگیر، قاری شعیب صاحب نوادہ، الحاج ڈاکٹر صغیر احمد نوادہ، مولانا عبد المجید صاحب، قاری شوکت صاحب، قاری شہادت صاحب وغیرہم ضلع کے مشہور ائمہ وخطباء اور مدارس کے ذمہ دار علماء نے شرکت کی، یہاں اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں کئی میٹنگیں ہوئیں، نوجوان طبقہ عورتوں کو خصوصاً اس تحریک سے جوڑا گیا، کئی اجلاس عام اور کئی عظیم الشان اصلاح معاشرہ کانفرنس بھی ہوئیں، جہاں فرزندان توحید کا بڑا اجتماع تھا، یہاں اس تحریک سے لوگوں نے دلچسپی لی اور دین پر چلنے اور دین کے مطابق زندگی گذارنے کا مزاج تیار ہوا——۲/اپریل کو اصلاح معاشرہ کا ایک بڑا اجتماع دمکا، (جھارکھنڈ) کے مور بھنگا میں ہوا، جس میں حضرت مولانا شوکت علی صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا عبد المتین صاحب اسامہ کانپور کے علاوہ جناب مولانا حسین احمد رحمانی خانقاہ مونگیر اور جناب مولانا احمد نصر بنارسی صاحب شریک ہوئے۔ یہاں کے بڑے اجتماع سے جس میں نوجوانان اسلام اور خواتین کی (پردہ میں) بڑی تعداد موجود تھی، علماء کرام نے دین پر چلنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریق زندگی کو اختیار کرنے کی تلقین کی اور کہا کہ مسلمان دنیا میں بھی سرخرو اس وقت تک نہیں ہوسکتے، جب تک وہ قرآن وحدیث کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق زندگی گذارنے کے عادی نہ ہوجائیں۔ اسی طرح کا بڑا اجلاس ۱۷/اپریل کو ضمیرا اسٹیٹ بارسوئی کٹیہار میں بھی منعقد ہوا، جس میں مولانا احمد علی صاحب، مولانا عبد السلام مظاہری مغربی بنگال اور مولانا حسین احمد رحمانی شریک ہوئے۔ اصلاح

معاشرہ کا مرکزی دفتر جہاں قائم ہے مونگیر میں بھی اصلاح معاشرہ کی تحریک تیزی کے ساتھ جاری ہے، ہر ہفتہ خواتین کا اجلاس حضرت گنج مونگیر میں ہوتا ہے، جس میں بڑی تعداد میں خواتین شریک ہوتی ہیں، رائسر مونگیر میں ۶ر اپریل کو اجتماع ہوا جس میں مردوں کی تعداد زیادہ تھی، جس میں جامعہ رحمانی کے معزز علماء کرام نے شرکت کی اور خطاب فرمایا۔

اصلاح معاشرہ کے کل ہند کنوینر مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی بہ نفس نفیس کئی اجلاس میں مختلف مقامات پر شریک ہوئے، اور اجلاس کی صدارت فرمائی، ان موقعوں پر فرزندان توحید سے دیگر مشاہیر علماء کرام کے ساتھ انہوں نے خطاب بھی فرمایا، ۳ر اپریل کو عابدہ ہائی اسکول مظفر پور میں آپ کی صدارت میں جلسہ ہوا، جس میں مولانا مفتی محمد عارف صاحب رحمانی استاذ جامعہ رحمانی، مولانا حسین احمد رحمانی ناظم مرکز اصلاح معاشرہ کے علاوہ امارت شرعیہ کے ناظم جناب مولانا انیس الرحمان قاسمی، مولانا منظر قاسمی رحمانی، بھی شریک ہوئے۔ ۴ر مئی کو مدرسہ صوت القرآن مسری گھراری سمستی پور کے زیر اہتمام ایک بڑا اجلاس ہوا، جس میں علاقہ کے کئی علماء کرام شریک تھے، ۴ر مئی کو مدرسہ سراج العلوم سبل پور مانڈر کھگڑیا کے زیر اہتمام عظیم الشان جلسہ اصلاح معاشرہ ہوا اور ۵ر مئی کو بلیا ضلع بیگوسرائے میں آپ کی صدارت میں اصلاح معاشرہ کا عظیم اجلاس ہوا، ان تمام مقامات پر آپ نے فرزندان توحید سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، جب تک ہم متحد ہوکر غلط رسم ورواج کے خلاف سرگرم عمل نہیں ہونگے، اصلاح معاشرہ کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ قانون شریعت کے تحفظ کی تحریک صحیح معنوں میں اسی وقت کامیاب ہوسکتی ہے، جب مسلمان خود کو معاشرتی برائیوں سے پاک کرلیں۔ قانون شریعت کو غیروں سے زیادہ اپنوں سے خطرہ ہے، وہ اگر شریعت پر عمل کا مزاج بنالیں، تو مسلم پرسنل لا کی حفاظت خود بخود ہوجائے گی۔

جون کا مہینہ بھی بہار میں اصلاح معاشرہ کی سرگرمیوں کا مہینہ رہے گا، اس کے پہلے ہفتے میں اصلاح معاشرہ کا کئی اجلاس منعقد ہونا طے ہوچکا ہے، جس میں شرکت کے لئے اصلاح معاشرہ کمیٹی کے کل ہند کنوینر مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی نے منظوری دے دی ہے، ان تاریخوں میں اصلاح معاشرہ کی کئی میٹنگیں اور ورکشاپ بھی ہونگے۔

خوشی کا مقام ہے کہ اصلاح معاشرہ کی تحریک پوری تیزی کے ساتھ جاری ہے، اور ملک کے ہر حصہ میں یہ کام چل رہا ہے، اور اس تحریک کا اچھا اثر مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں پر بھی پڑا ہے، اور دختر کشی کے سلسلہ میں تو سرکار نے بھی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک سے رہنمائی حاصل کی ہے۔

بیگوسرائے میں ورک شاپ:

بیگوسرائے ۲۶/۲/۲۰۱۱ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے پروگرام اصلاح معاشرہ کے تحت مرکز اصلاح معاشرہ خانقاہ رحمانی مونگیر سے علماء کا جو وفد دوروزہ اصلاحی دورہ پر تیگھڑا بیگوسرائے گیا تھا، وہ پوری طرح کامیاب واپس آیا۔ الحمد للہ علاقہ میں ان حضرات کی سرگرمیوں کی وجہ سے دینی تعلیمی بیداری آگئی اور مسلمانوں نے شریعت کے مطابق اپنی زندگی گذارنے کا عزم کیا۔ اس موقعہ پر علاقہ کے ذمہ دار علماء کرام، مساجد کے ائمہ کرام اور دانشوران قوم وملت نے بھی صالح معاشرہ کی تشکیل میں اپنی جدوجہد جاری رکھنے کا مستحکم عہد کیا اور تحریک اصلاح معاشرہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے پیغام اور پروگرام کو سرزمین پر اتارنے کیلئے اپنی کوشش کرتے رہنے کے عزم کا اظہار کیا اور کہا کہ خانقاہ رحمانی مونگیر نے ہمیشہ نازک موقعہ پر ملت کی رہنمائی کی ہے اور حق وہدایت کا راستہ دکھایا ہے، موجودہ سجادہ نشیں حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کے عہد میں یہ کام اور اچھی طرح انجام دیا جارہا ہے، بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ ڈوبتی ملت کو ابھی اسی ایک تنکے کا سہارا نظر آتا ہے۔

پروگرام کے مطابق ۲۴ر فروری کو دن کے دس بجے مدرسہ فلاح المسلمین منصور چک میں علاقہ کے مدارس کے علماء و ذمہ دار اور ائمہ مساجد کا ورکشاپ منعقد ہوا جسمیں علاقہ کے ذمہ دار، مدارس کے اساتذہ، علماء کرام اور مساجد کے ائمہ جناب قاری نظام الدین صاحب امام مسجد گرداس پور، میر غیاث چک مسجد کے امام جناب حافظ ظفر الاسلام صاحب، گنپتول کی مسجد کے امام جناب مولانا عالمگیر صاحب، دیسری کی مسجد کے امام جناب حافظ سہیل احمد صاحب عالم چک مسجد کے امام مولانا فرقان ندوی صاحب وسابق امام

حافظ شعیب صاحب رحمانی، گاچھی ٹولہ کی مسجد کے امام جناب قاری ساجد حسین صاحب اور منصور چک کی مسجد کے امام جناب حافظ اشرف صاحب کے علاوہ دوسری کئی مساجد کے ائمہ کرام شریک ہوئے، ورکشاپ کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے جناب مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری نے کہا کہ اصلاح معاشرہ میں آپ سب کا اہم کردار ہے، آپ حضرات اپنی ذمہ داریوں کومحسوس کیجئے، آپ حضرات کی حیثیت کنوئیں کی نہیں ہے کہ پیاسا آپ تک پہونچے اور آپ انہیں سیراب کریں، آپ حضرات کی حیثیت بادل کی ہے۔ بادل جسطرح مختلف علاقہ اور خطہ میں جاکر برستا ہے اور علاقہ کو سیراب کرتا ہے اسی طرح آپ حضرات گھر گھر جاکر سچائی، دین داری اور امانت داری کے پیغام کو عام کریں اور صالح معاشرہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کریں۔ جناب مولانا محمد نعیم صاحب رحمانی استاذ حدیث جامعہ رحمانی مونگیر ورکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے کہا کہ دین مسجد اور مدرسوں سے پھیلا ہے، مسجد کے منبر سے دیا جانے والا پیغام آج بھی بہت مؤثر ہے اور علماء کی باتوں کو آج بھی ملت بڑے احترام سے سنتی ہے۔ اس لئے آپ حضرات اگر اصلاح معاشرہ کی کوشش جی جان سے کریں تو بہت جلد معاشرہ کی حالت میں نمایاں تبدیلی آجائیگی اور وہ معاشرہ وجود میں آجائیگا جسے شہنشاہ کونین ﷺ نے قائم کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ پروگرام جسے اصلاح معاشر کے کنوینر مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر پورے ملک میں چلا رہے ہیں، یہ کوئی نیا پروگرام نہیں ہے بلکہ یہ وہی پروگرام ہے جسے شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کل ہند کنوینر اصلاح معاشرہ کمیٹی کے پیغام کو بھی پڑھکر سنایا گیا جسمیں کہا گیا کہ۔

''ہمارے ملک میں مسلمانوں کا بڑا طبقہ ناواقفیت اور دوسرے عوامل کی وجہ سے طرح طرح کے رسوم اور بندھنوں میں جکڑا ہوا ہے، جو نہ صرف عقل کے تقاضوں، سماجی ضرورتوں اور معاشی حالات کے خلاف ہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں ہیں، ایسی غلط چیزوں کو مٹانے کے لئے مختلف جماعتوں کے کارکنوں اور مسلم نوجوانوں کو اپنی خدمات پیش کرنی چاہئے، جب تک ہم متحد ہوکر غلط رسم ورواج کے خلاف سرگرم عمل نہیں ہونگے، اصلاح معاشرہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا —— قانون شریعت کے تحفظ کی تحریک صحیح معنوں میں اسی وقت کامیاب ہوسکتی ہے جب مسلمان خود کو معاشرتی برائیوں سے پاک کرلیں۔

اس موقعہ پر اصلاحی رسائل اور اصلاحی اسٹیکر بھی بڑی تعداد میں تقسیم کیے گئے۔ اسی روز بعد نماز مغرب بنواری پور بیگوسرائے میں اصلاح معاشرہ کانفرنس جو اپنے وقت پر شروع ہوئی، تلاوت قرآن کے بعد مولانا منظر قاسمی نے بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا، اس موقعہ پر مقامی علماء کرام کے علاوہ جامعہ رحمانی کے استاذ حدیث جناب مولانا جمیل احمد صاحب کا خصوصی خطاب ہوا اور جناب مولانا محمد نعیم رحمانی صاحب رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے صدارتی خطاب میں شادی بیاہ میں فضول خرچی، شراب کی حرمت اور دوسری سماجی خرابیوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور مجمع عام سے برے اور غلط رسم ورواج کو ختم کرنے کا عہد لیا۔ اس کانفرنس میں ہزاروں فرزان توحید نے شرکت کی اور مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک کو عام کرنے اور اپنی زندگی کو شریعت کے مطابق گذارنے کا عزم لیکر واپس ہوئے مولانا محمد غالب صاحب ندوی مہتمم مدرسہ فلاح المسلمین منصور چک نے اپنے تفصیلی خطاب میں اصلاح معاشرہ تحریک کی ضرورت واہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ملت اسلامیہ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی پر فخر کرتی ہے کہ آپ نے اپنی مفکرانہ صلاحیت اور مدبرانہ بصیرت سے پورے ملک میں اصلاحی پیغام پہونچا رہے ہیں اور ہر جگہ کامیابی مل رہی ہے۔ علاقہ کے مشہور عالم دین حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب کی دعا پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔ ۲۴ رفروری کو بعد نماز ظہر ایک اجلاس جامع مسجد منصور چک میں بھی منعقد ہوا جسمیں لوگوں کو دین کی باتیں بتائی گئیں۔ دورہ کے دوسرے دن جامع مسجد تکیہ میں مولانا محمد نعیم صاحب رحمانی اور جامع مسجد تیگھڑا میں جناب مولانا جمیل احمد صاحب نے نماز جمعہ سے قبل خطاب فرمایا اور دونوں حضرات نے دین کی باتیں بتائیں۔ اس کے علاوہ مختلف جگہوں پر دعائیہ مجلس بھی منعقد ہوئی۔ اس دورہ کو کامیاب بنانے میں جناب

ماسٹر انوار رحمانی صاحب کنوینر اصلاح معاشرہ کمیٹی تیگھڑا سب ڈویژن جناب جاوید صاحب، ڈاکٹر جمال رحمانی صاحب، جناب قاری بدرالدین صاحب صدر مدرسہ فلاح المسلمین۔الحاج محمد عرفان الحق صاحب انجینئر سرپرست مدرسہ فلاح المسلمین، اور ماسٹر غیاث الدین صاحب پیش پیش رہے۔مقامی نوجوانوں کی ٹیم ہر جگہ سرگرم رہی اور دینی کاموں کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔

اصلاحی اسٹیکرس:

اصلاح معاشرہ کا کام پورے اہتمام کے ساتھ ملک میں جاری ہے،اور بڑے شہر سے لے کر چھوٹے دیہات تک اس کے اچھے اثرات محسوس کئے جارہے ہیں، اس تحریک کو موثر، منظم اور مفید بنانے کے لئے جہاں تقریروں کا سہارا لیا گیاہے، اور جلسے، سمینار، کانفرنس اور ورکشاپ منعقد کرکے دینی مزاج بنایا جارہاہے، وہیں جید عالم دین اور مشہور اہل قلم کی تحریروں کو رسالے اور کتابوں کی شکل میں مختلف زبانوں میں شائع کرکے لوگوں کے ذہن ومزاج پر دستک دینے کی کوشش کی گئی ہے، اور انہیں اسلامی افکار وخیالات کو اپنانے پر آمادہ کیا جارہا ہے، ساتھ ہی جدید ٹکنالوجی کا تعاون بھی لیا گیاہے، اور موبائل وانٹرنیٹ کے ذریعہ دینی افکار وخیالات کو عام کرکے دینی ذہن اور اسلامی خیال بنانے کی کوشش کی گئی ہے ——— اصلاح معاشرہ کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے مختلف کلمات ودعاء اور بزرگوں کے اقوال پر مشتمل اسٹیکرس بھی جاذب نظر انداز میں شائع کئے گئے ہیں جو ذہن وعقل کو مہمیز دیتے ہیں، اور دلوں پر اپنے غیر محسوس اثرات چھوڑتے ہیں، ابھی یہ اسٹیکرس اردو زبان میں شائع کئے گئے ہیں، بہت جلد دوسری زبانوں میں بھی شائع ہوں گے، کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور دورد شریف کی جہاں اشاعت ہوئی ہے، وہیں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ جیسے بزرگوں کی تحریروں کے اسٹیکرس شائع کئے گئے ہیں جو دل کی دنیا بدلنے میں اکسیر سے کم نہیں ہیں۔

خانقاہ رحمانی سے شائع اسٹیکرس آپ کے دلوں کو جھنجھوڑ دینے والے اس طرح کے جملے مل جائیں گے۔(۱) اگر آپ بھلی باتیں نہیں کرسکتے تو چپ رہنے کی عادت ڈالئے (۲) اگر آپ کسی کی رہنمائی نہیں کرسکتے تو گمراہ بھی مت کیجئے (۳) اگر آپ کسی کا کام نہیں بنا سکتے تو کسی کا کام بھی مت بگاڑیئے (۴) اگر آپ کسی کو فائدہ نہیں پہونچا سکتے تو کسی کو نقصان بھی مت پہونچایئے (۵) اگر آپ کسی کے زخم پر مرہم نہیں رکھ سکتے تو کسی کے زخم پر نمک بھی مت چھڑکئے،

یہ تمام اسٹیکرس اصلاح معاشرہ کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ خانقاہ رحمانی مونگیر سے ڈاک خرچ بھیج کر مفت منگوائے جاسکتے ہیں یہ اسٹیکرس۔عام لوگوں کی اصلاح کے لئے شائع کئے گئے ہیں۔ ہر مسلمان کو اصلاح معاشرہ کے کاموں میں حصہ لینا چاہئے اور اصلاح معاشرہ کے اسٹیکرس کو پھیلا کر اصلاح معاشرہ کی اہم ذمہ داری کو انجام دینا چاہئے۔

''اصلاح معاشرہ کے چند اہم گوشے''

جید عالم دین اور مشہور اہل قلم حضرت مولانا مفتی فضیل الرحمان ہلال عثمانی صاحب کی اصلاح معاشرہ کے موضوع پر تازہ کتاب ''اصلاح معاشرہ کے چند اہم گوشے'' منظر عام پر آچکی ہے، یہ کتاب دراصل اصلاح معاشرہ کے موضوع پر شائع ان پانچ رسالوں کا مجموعہ ہے جو الگ الگ مختلف مرحلوں میں شائع ہوئے، انہیں اس لئے یکجا کردیا گیا ہے، تاکہ افادہ واستفادہ آسان ہو اور رسائل محفوظ ہوجائیں، ان کے یہ رسائل اصلاح معاشرہ کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ خانقاہ رحمانی مونگیر کی طرف سے اردو کے علاوہ دوسری بہت سی زبانوں میں کئی مرتبہ شائع ہوچکے ہیں، اور ہر طبقہ میں مقبولیت حاصل کرچکے ہیں، اس کتاب میں جن رسائل کو یکجا کردیا گیا ہے، ان کے نام ہیں۔شادی مبارک۔جب رشتہ ٹوٹتا ہے۔اسلام نے عورت کو کیا دیا؟ دختر کشی کی لعنت اور اس کا حل۔پینا حرام ہے۔پلانا حرام ہے۔

یہ تمام رسائل اپنے موضوع پر اہم ہیں اور انکے ذریعہ بہت آسان زبان میں دلنشیں انداز میں قیمتی باتیں پیش کی گئی ہیں، جو دلوں کو چھو لیتی ہیں۔

حق تعلیم ایکٹ RTE ـــــ رہنما خطوط کافی نہیں ہیں!

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی (سکریٹری بورڈ، مونگیر)

جب ''مفت اور لازمی حصول تعلیم ـــــ بچوں کا قانونی حق'' پارلیمنٹ میں زیر غور تھا، اور آخری مرحلہ میں تھا، میری بے چین روح نے ایک صاحب اقتدار کے دل پہ دستک دی، آپ کے رہتے ہوئے یہ بل کس طرح منظور ہو رہا ہے؟ میرے سوال کے جواب میں وہ گویا ہوئے ''جی ہاں! بات آپ کی درست ہے،'' ـــــ ''پھر آپ کیوں نہیں روک دیتے'' ـــــ میں نے ذرا زور دے کر کہا'' یہ بل تو اقلیت مخالف اور تعلیم مخالف ہے،'' ـــــ ان کی زبان سے صرف اتنا سننے کو ملا'' جی ہاں.........وہ...... کیا کہا جائے ـــــ'' ان کا ادھورا کٹا کٹا سا جملہ اور چہرہ پر پھیلی بیچارگی بہت کچھ بتا رہی تھی، اور یہ تو صاف صاف بتا رہی تھی، کہ اقتدار میں بنے رہنے کے ''کچھ خاص آداب'' ہیں۔

MHRD Govt.Of India کے اسٹینڈنگ کمیٹی ارکان کے ساتھ میری جناب کپل سبل سے ملاقات ہو چکی تھی، گفتگو کچھ خوشگوار ماحول میں نہیں ہوئی، میں نے جامعہ ملیہ کے اقلیتی کردار کے مسئلہ کی طرف ان کی توجہ دلائی، تو انکا باطن سامنے آ گیا، کہنے لگے کہ''میں جامعہ کی تاریخ کس طرح بدل دوں، وہ ایک سیکولر انسٹی ٹیوشن ہے،'' میں نے ٹھنڈے ٹھنڈے عرض کیا، دستور ہند کی دفعہ ۳۰ بھی سیکولر ہے، اور اقلیتی اداروں کے قیام کو ہمارے آئین نے سیکولر مانا ہے اور اسے بنیادی حق قرار دیا ہے، چاہے اقلیت مذہبی ہوں یا لسانی، اور جامعہ ملیہ کے ساتھ ملیہ اور اسلامیہ بھی بہت کچھ بتاتا ہے، ایک سیکولر ملک میں اقلیتی کردار والی یونیورسٹی بن سکتی ہے ـــــ ''ہمارے محترم وزیر قانون کا لہجہ غضب کے مرحلہ میں داخل ہو گیا'' آپ مجھے قانون سمجھانا چاہتے ہیں'' ـــــ میں نے کہا کہ''میں صرف قانون یاد دلا رہا ہوں'' اور ''ملیہ اسلامیہ'' سے ایک حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔''

مرکزی وزیر تعلیم کے دفتر سے نکلے، تو کمیٹی کے ایک ممبر نے کہا کہ ہم لوگوں کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہے، کہ سیر کون ہے اور سوا سیر کون ـــــ دوسرے ممبر نے کہا کہ یہ فیصلہ ہو سکے یا نہیں، پر یہ فیصلہ تو ہو ہی گیا کہ ہم میں سے کوئی اب اسٹینڈنگ کمیٹی کا ممبر نہیں ہو سکتا، یہ مرحلہ بھی گذر گیا ـــــ

پھر ''بچوں کے اس حق'' (قانون) کے بارے میں آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے وفد کے ہمراہ جناب کپل سبل کے در دولت پر ملاقات ہوئی، جناب رام بلاس پاسوان اور جناب عبد الخالق صاحب (سکریٹری جنرل لوجپا) پہلے سے وہاں تشریف فرما تھے، جناب کپل سبل صاحب کی نگاہ مجھ پر پڑی، تو غضبناک بے قراری ان پر چھا گئی، اور پارہ آسمان پر ـــــ ہمارے رفقاء اور ان دونوں لیڈروں (جو مجھے عرصہ سے جانتے ہیں) کو سمجھ میں نہیں آیا، کہ یہ غیظ وغضب کے تیور اور ایسی بے چینی آخر ہے کیوں ـــــ؟ بات تو ایسی کوئی ہوئی نہیں ـــــ میں جان رہا تھا کہ حال کا تیور ماضی کے تندور کی وجہ سے گرم ہے ـــــ میں لطف عتاب کے مزے لیتا رہا، علم اور ذہانت کے ساتھ اقتدار کی تمازت برداشت کرنا مشکل کام ہے ـــــ اور ہمارے کپل سبل صاحب اسی مرحلہ سے گذر رہے تھے، انہوں نے پاسوان جی سے کہا کہ'' یہ مجھے گالیاں دیتے پھرتے ہیں، میں ان سے بات نہیں کرنا چاہتا،'' میں نے ٹھنڈے انداز اور مستحکم لہجہ میں کہا'' گالی میری زبان کا حصہ کبھی نہیں رہی ہے، ویسے مجھے بھی آپ سے بات کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے ـــــ مگر آپ وزیر تعلیم ہیں، اس لئے مجھے سننا آپ کا فرض منصبی ہے،'' میرے ٹھنڈے لہجہ نے انھیں بھی شاید ذرا نرم کر دیا، فرمانے

لگے کہ آپ کو جو کچھ کہنا ہے مجھے لکھ کر ایک ہفتہ میں بھیج دیجئے، میں نے باادب عرض کیا کہ ”جناب ایک دن میں بھیج دونگا— “میں ان کے دروزارت کے کچھ واہونے کے احساس کے ساتھ باہر نکلا، کوٹھی کی کھلی فضا میں آیا، تو پودے نسیم جانفزا کے ساتھ گنگنا رہے تھے۔ اور میرا ساتھ دے رہے تھے۔

مانو نہ مانو جاں جہاں اختیار ہے
ہم خیر و شر حضور کو سمجھائے جائیں گے

جو تجویز میں نے بھیجی ”متن اور گذارش“ کے ساتھ، ان الفاظ میں تھی:

It is necessary to say that the Act does not save the institution, imparting religious instruction and education from adverse and crippling effect of its provisions and drastically interferes with rights of the minorities to establish and administer educational institution of their choice. The Act has created unrest in the religious communities and minorities. Therefore we suggest the following amendment to be added in the Right to Education Act as Sec.39

"section 39 saying:

"Nothing contained in this Act shall apply to any institution imparting religious instruction and education established or to be established and maintained or to be maintained under the protection of Article 26,and 30 of the constitution of India and education imparted to a child in the afore mentioned institution shall be considered sufficient compliance of the obligation of the central Government, Local Authority, Guardian, Parent, and the right of child to education under this Act"

We think that this addition in the Right to Education Act will sufficiently address the constitutional guaranty provided under Article 29 and 30 of the Indian constitution.

اس تو تکار اور گرمئی بازار کا فائدہ یہ ہوا، کہ وزیر محترم نے معقولیت کی راہ اپنائی اور وزیر باتدبیر ہمارے پرانے کپل سبل کی شکل میں سامنے آئے، ہمدرد، معقول اور متوازن—— انھوں نے مولانا محمود مدنی صاحب اور جناب کمال فاروقی صاحب کی طرف سے طلب کی گئی کانفرنس میں ۵/اگست ۲۰۱۰ء انڈیا انٹرنیشنل سنٹر نئی دہلی میں اعلان کیا کہ۔ ”اس

ایکٹ سے مدارس کا کوئی سروکار نہیں ہے، اقلیتوں کے حقوق کی لڑائی لڑتا رہا ہوں، اقلیت کے مفاد کے خلاف سوچ بھی نہیں سکتا، اقلیتی تعلیمی اداروں کے تحفظات برقرار رہیں گے،'' ——— مجھے کمال فاروقی صاحب نے تفصیلات فون پر بتائیں، یہ بھی بتایا کہ کپل سبل صاحب نے ان لوگوں سے کہا کہ آپ ترمیم کی تجویز بھیج دیجئے ———

مولانا محمود مدنی صاحب ایم پی اور جناب کمال فاروقی صاحب کی بھیجی ہوئی تجویز کا متن یہ تھا:

This conference appreciates the concept of the "THE RIGHT OF CHILDREN TO FREE AND COMPULSORY EDUCATION"and congratulates the government for the same. However the silence of the Act with regard to the status of the minorities religious (Madarsa) education institutions of Muslims, Christians, Buddhist, etc. has led to many apprehensions with regard to the bonafides of the objectives via-a- vis the religous minorities and specially the of the Muslim minorities.

Therefore, this conference resolves to request the Central Government to make suitable amendments in the Act to ensure :

i) Minorities religious education institutions (Madarsa) run under the umbrella of Article 26 of the Constitution of India shall continue to enjoy their curriculum.

ii) They shall be free to provide religious education, their right of management and administration shall remain intact.

iii) Madrasa providing religious education shall be exempted from the operation of this Act.

iv) The parents who are getting their children educated in Madarsa shall not be subjected to rigours of this Act.

This conference further resolves that the minority schools managenent will set up their own Board on the pattern of I.C.S.E for regulating their school education which will be recognized by the Government of India

قرارداد

منظور کردہ بموقع ''لازمی عصری تعلیم کا چیلنج کانفرنس''
منعقدہ ۵/اگست ۲۰۱۰ء بمقام انڈیا انٹرنیشنل سینٹر نئی دہلی

یہ کانفرنس بچوں کے مفت اور لازمی تعلیم کا حق کے تصور کی ستائش کرتے ہوئے حکومت ہند کو مبارکباد پیش کرتی ہے، تاہم یہ قانون (ایکٹ) اقلیتوں کی مذہبی (مدرسہ تعلیم) کی حیثیت کے بارے میں خاموش ہے، جس کے باعث مسلمانوں، عیسائیوں اور بودھیسٹوں میں اس ایکٹ کے حوالہ سے متعدد خدشات پیدا ہوگئے، کہ مذہبی اقلیتوں بالخصوص مدرسوں کا مستقبل کیا ہوگا، جو مسلمانوں کے نظام تعلیم کا ایک بڑا حصہ ہے۔

اس لئے یہ کانفرنس مرکزی حکومت سے یہ مطالبہ کرتی ہے، کہ وہ لازمی تعلیم کے قانون میں مناسب ترمیمات کر کے درج ذیل امور کو یقینی بنائے۔

(1) اقلیتوں کے مذہبی تعلیمی ادارے (مدرسہ) جنہیں آئین ہند کے آرٹیکل 26,29,30 کے تحت چلانے کی اجازت ہے، ان کو اپنے نصاب کے مطابق اقلیتوں کو تعلیم دینے کی آزادی ہو۔

(2) انہیں مذہبی تعلیم دینے کی آزادی، ادارے چلانے اور ان کے انصرام کا حق محفوظ رہتا ہے۔

(3) جو مدارس دینی تعلیم دیتے ہیں، انہیں اس ایکٹ سے آپریشن سے مستثنیٰ کیا جائے۔

(4) ایسے والدین جن کے بچے مدرسہ میں زیر تعلیم ہیں انہیں اس ایکٹ کے تحت دوبارہ تعلیم کے لئے مجبور نہ کیا ئے۔

یہ کانفرنس اس بات کی بھی عزم کرتی ہے، کہ اقلیتی اسکولوں کو چلانے والے آئی سی ایس ای کے طرز پر ایک بورڈ تشکیل دیں گے، تاکہ اسکولی تعلیم کو ریگولیٹ کیا جائے، اور اس کی حکومت ہند سے منظوری حاصل کریں گے۔

کچھ وقفہ گذرا، پھر مسلم حلقوں میں سرگوشیاں ہونے لگیں، کہ ’’ایکٹ میں ترمیم ہوگئی‘‘ ـــــ میں حیرت زدہ تھا کہ ایکٹ میں ترمیم بغیر پارلیمنٹ کی منظوری کے کیسے ہوگئی؟ خیال آیا کہ شاید راشٹریہ پتی نے ادھیا دیش جاری کیا ہو ـــــ پانچ چھ برسوں سے وزارت تعلیم (ایچ آر ڈی) کے کچھ گلیارے مجھے بھی پہچاننے لگے ہیں، اس شناسائی نے کام کیا، ذرا کریدا تو پتہ چلا کہ ایکٹ کے سلسلہ میں گائڈ لائن (رہنما خطوط) جاری کئے گئے ہیں ـــــ میں نے پھر ایک عریضہ جناب کپل سبل صاحب کو بھیجا اور لکھا کہ ایکٹ کا علاج گائڈ لائن (رہنما خطوط) سے نہیں ہوسکتا، دوسرے یہ گائڈ لائن (رہنما خطوط) اقلیتی تعلیمی اداروں کے لئے بالکل ناکافی ہے ـــــ وغیرہ وغیرہ۔

مرکزی وزارت تعلیم MHRD کی گائڈ لائن کے الفاظ یہ ہیں:

F.No. 1-15-2010-EE-4

Government of India

Ministry of Human Resource Development

Department of School Education & Literacy

Room No.429-A, 'C' wing Shastri Bhavan

New Delhi dated 23th November,2010

Subject: Guidelines under section 35(1)of the Right of children to free and compulsory Education Act ,2009 regarding its applicability to minority institution?

The ministry has received representation from several minority organizations seeking clarification on the applicability of the provisions of the right of

children to free and compulsory Education (RTE) Act,2009 on minority institution in Right of the provisions of Article 29 and 30 of the constitution.

(2)The matter has been examined in the ministry .Wide ranging constitution have also been held to obtain views and opinion of various stakeholders on the subject ,and the following guidelines are accordingly issued under section 35(1) of the RTE Act,2009

(3)Institution, including Madrasa and vadic pathshalas especially serving religious and linguistic minorities are protected under Article 29 and 30 of the constitution ,The RTE Act does not come in the way of continuance of such institutions, or the right of children in such institutions.

(4)Schools are defined in section 2(n) of the RTE Act. Schools of minority organizations covered within the meaning of section 2(n) of the Act, will be governed by the provisions of the RTE Act,2009

(5) Appropriate Governments and local authorities shall ensure that the rights of Minority Institutions, guaranteed under Article 29 and 30 of the constitution, are protected while implementing the provisions of the RTE Act.

This Issues with the approval of the competent authority.

Vikram sahay

Director ,

talefax:23381470

آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت کے وفد نے ملاقات کر کے وزیر محترم کے شکریہ کا پروگرام بنایا، وقت مل گیا، تو مجھے بھی چلنے کو کہا گیا، میں نے جناب الیاس ملک صاحب (موجودہ جنرل سکریٹری مشاورت) سے معذرت کی اور بہت کی، مگر انہوں نے فیصلہ سنا دیا کہ آپ کے بغیر ہم لوگ نہیں جائیں گے —— وفد پہونچا، جناب محمد ادیب صاحب ایم پی نائب صدر مشاورت نے بڑے اونچے لفظوں میں میرا تعارف کرایا، انہیں کیا معلوم کہ ہم دونوں کن مشترکہ حادثوں سے گذر چکے ہیں —— میں نے کہا کہ شکریہ ادا کرنے آیا ہوں، کہ آپ نے گائڈ لائن جاری کیا —— اس سے پہلے کہ ان کے چہرے پر آڑے ترچھے نقوش ابھریں، میں بھی حاضر تھا وہاں ضبط سخن کر نہ سکا، اور فوراً شروع ہو گیا —— شکریہ ادا کرنے آیا ہوں، کہ آپ

نے RTE پر ایک گائڈ لائن جاری کردیا، ان کے چہرے پر اطمینان کی لہریں ابھر آئیں، پھر ادیب صاحب محترم اور جناب کمال فاروقی صاحب نائب صدر مشاورت نے زیادہ سلیقہ سے ان کا شکریہ ادا کیا، مجلس برخاست ہونے سے قبل میں نے عرض کیا، یہ گائڈ لائن اس بات کی شہادت ہے کہ میں جو کہہ رہا تھا، وہ صحیح تھا، وزارت نے جو ایکٹ پارلیمنٹ سے منظور کرایا، اس میں خامی ہے، اور اس گائڈ لائن کے بعد بھی خامی ختم نہیں ہوئی ہے، آئین کی دفعہ ۳۰ کے تحت جو اسکول کام کررہے ہیں، وہ RTE کے دائرہ میں لائے گئے ہیں، جو اقلیتوں کے ادارہ قائم کرنے اور چلانے کے بنیادی حق پر شب خوں ہے اسلئے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ آئین ہند کے بنیادی حقوق کی دفعات کا احترام کرے اور RTE میں ایسی تبدیلی کرے، جس کے نتیجہ میں اقلیتی تعلیمی اداروں کے بنیادی حقوق کی حفاظت ہوسکے ـــــ اور آئین ہند نے مذہبی اور لسانی اقلیتوں کو جو حقوق دیئے ہیں، نیا قانون ان سے ہم آہنگ ہو ـــــ ورنہ اسی گائڈ لائن کی بنیاد پر ایکٹ بنا تو وہ اقلیتوں کے حقوق سلب کرنیوالا ہوگا، اور حکومت کی جانی پہچانی پالیسی کو ایک اسٹیج اور مل جائیگا، ملت اس ایکٹ کی اصلاح کیلئے کورٹ اور پارلیمنٹ کے درمیان جھولتی رہے گی، اور بیس پچیس سال کے بعد یہ مسئلہ حل کرکے قوم کو یہ سمجھایا جائے گا کہ ''سرکار الپ سنکھیکوں کی ہتوں کی رکچھا کے لئے درڑھ سنکلپ ہے (حکومت اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے مضبوطی کے ساتھ پابند عہد ہے!'') جیسا کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ''اقلیتی کردار'' کے ساتھ ہوا اور جسطرح جامعہ ملیہ اسلامیہ کے ساتھ MHRD نے کیا۔(۱)

الفاظ کے گورکھ دھندے کیسے تیار کئے جاتے ہیں اور اقلیتوں (خاص کر مسلمانوں کو) کس طرح الجھایا جاتا ہے، اسکی ایک مثال یہ گائڈ لائن بھی ہے ذرا اس گائڈ لائن کی ہدایت نمبر ۴ کو دیکھئے:

(4)School are defined in section 2(n) of the RTE Act. Schools of minority organizations covered within the meaning of section 2(n) of the Act, will be governed by the provisions of the RTE Act,2009

''اقلیتی اداروں کے تحت چلنے والے اسکول بھی RTE کی دفعہ 2(n) کے دائرہ میں آتے ہیں اور وہ اس ایکٹ (RTE) کی مشتملات کے مطابق کام انجام دیں گے'' ـــــ اس طرح اقلیتی اسکولوں کو اس دائرے میں لے آیا گیا، جس سے اقلیتی اسکولوں کے آئینی حقوق ختم ہوں گے، اور ایک عام اسکول کی طرح اس کی انتظامیہ کام کرے گی، RTE میں اسکول کی تعریف نمبروار الفاظ میں ہے۔

(n) "School" means any recognized school imparting elementary education and includes——

(1) a School established ,owned or controlled by the appropriate Government or a local authority;

(2) an aided school receiving aid or grants to meet whole or part of its expenses from the appropriate Government or the local authority;

(3) a school belonging to specified category; and

(4) an unaided school not receiving any kind of aid or grants to meet its expenses from the appropriale Government or the

local authority;

(مطلب یہ ہے کہ اسکول سے مراد وہ منظور شدہ اسکول ہیں جو ایلمینٹری ایجوکیشن دیں، چاہے (۱) وہ اسکول جسے حکومت یا مقامی افسروں نے قائم کیا ہو اور ان پر سرکاری کنٹرول ہو۔ (۲) وہ اسکول جو حکومت یا مقامی افسروں سے اپنے اخراجات کی تکمیل کیلئے جزوی یا کلی طور پر مالی مدد لیتے ہوں۔ (۳) وہ اسکول جو کسی متعین کٹگری سے تعلق رکھتے ہوں۔ (۴) وہ اسکول جو کسی قسم کا ایڈ حکومت یا مقامی افسروں سے نہیں لیتے (ان سب پر قانون نافذ ہوگا) وضاحت ہوگئی کہ ایلمنٹر ی ایجوکیشن دینے والے اقلیتی ادارے بھی عام سرکاری اسکول کی طرح کام کرینگے اور انہیں RTE کے سارے قواعد وضوابط ماننا پڑینگے، ورنہ انکا الحاق (افیلیشن) ختم کیا جاسکتا ہے، اور جرمانہ بھی لگایا جاسکتا ہے، جس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ:

(۱) اسکول میں پچیس فیصد طلبہ وہ ہوں گے جو اسی علاقہ کے ہوں۔

(۲) اسکول کی انتظامیہ کے لئے وہی شرطیں ہوں گی، جو RTE میں لکھی ہوئی ہیں۔

(۳) انتظامیہ کے ممبران وہی ہونگے جنہیں RTE میں بیان کیا گیا ہے۔

بھلا بتایئے، اقلیتی اداروں کی خصوصیات اور ان کی خود مختاری کہاں رہی، جسے آئین ہند نے ''عنایت'' فرمایا ہے، اب اس گائڈ لائن کی ہدایت نمبر ۵ کو دیکھئے:

5 Appropriate Governments and local authorities shall ensure that the rights of Minority Institution, guaranteed under Article 29 and 30 of the constitution are protected while implementing the provisions of the RTE Act.

(یعنی مناسب گورنمنٹ اور مقامی افسروں کو یقینی بنانا چاہئے کہ دستور ہند کی دفعہ ۲۹، ۳۰ کے تحت اقلیتی اداروں کو جو ضمانت دی گئی ہے، RTE کے نفاذ کے وقت وہ محفوظ رہیں)

کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا—— گائڈ لائن کے نمبر ۴ میں اقلیتی اداروں کی ٹانگیں کاٹ کر نمبر ۵ میں کہا جا رہا ہے کہ خبردار! ہوشیار! خیال رکھو، اقلیتی اداروں کی ٹانگ سلامت رہے۔ قانونی دہشت گردی کی یہ خوبصورت مثال ہے!

میں نے جب جناب کپل سبل صاحب کی توجہ ایک ملاقات میں اس طرف مبذول کرائی تھی، تو انہیں بڑا تکدر ہوا تھا، مگر میری مجبوری یہ تھی کہ مجھے قانون کی صحیح عملی نوعیت اور وزیر کی ناراضگی میں سے کسی ایک کو چننا اور پھر کچھ کہنا تھا، میں ناراضگی جھیل گیا اور وہی کہا جو میری رائے میں صحیح تھا۔ میری غلطی یہ تھی کہ میں نے RTE کو پڑھا تھا۔ اسے کھلے لفظوں بیان کردیا، اور

رکھا کبھی جو ہاتھ زمانے کی نبض پر
ارباب اقتدار کے تیور بدل گئے

اس طرح گائڈ لائن میں دونوں باتیں موجود ہیں: اقلیتی ادارے RTE کے دائرے میں آتے ہیں، اور اقلیتوں کو دیئے گئے آئینی حق کا پورا خیال رکھا جائے——سوال یہ ہے کہ دونوں باتیں ایک ساتھ کس طرح چل سکتی ہیں، جب ہمارے ادارے RTE کے دائرے میں آجائیں گے، تو انتظام، داخلہ، تعلیم وتربیت، امتحان کا نظم سب حکومت کے نظام کے تحت ہوگا، وہاں اقلیتوں کے آئینی حق کے خیال رکھنے کی ''قانونی گنجائش'' کہاں باقی رہے گی——RTE سے متعلق گائڈ لائن اسی دوغلی ذہنیت کا عملی اظہار ہے، جس سے اقلیتوں (خاص کر مسلمانوں) کو واسطہ پڑتا رہا ہے اور جس لفظی گورکھ دھندوں سے افسران مسلمانوں کو پریشان کرتے رہے ہیں۔

اس طرز کی گائڈ لائن کا تجربہ اقلیتوں کو ہوتا رہا ہے، اور بڑا تلخ ہے، اس کی واضح مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، اس لئے ایکٹ میں واضح

ترمیم ضروری ہے اور اس ترمیم کے لئے کسی عبارت آرائی اور اینچ پینچ کی ضرورت نہیں ہے۔

اس لئے ترمیم کے سیدھے سادے الفاظ یہ ہو سکتے ہیں کہ RTE ایکٹ کا نفاذ ان اداروں پر نہیں ہوگا، جو آئین ہند کی دفعہ ۳۰/۲۹ رکے دائرے میں آتے ہیں، اور مدارس اسلامیہ، ویدک پاٹھشالہ، مختلف مذہبی اور لسانی اقلیتوں کے اسکول اور ادارے کے نام سے جانے جاتے ہیں یا جانے جائینگے ———اگر ارباب اقتدار کی نیت صاف ہے، تو RTE ایکٹ ۲۰۰۹ء میں یہ دوسطری ترمیم کافی ہے۔ جسکے الفاظ یہ ہو سکتے ہیں:

"section 39 saying:

"Nothing contained in this Act shall apply to any institution imparting religious instruction and education established or to be established and maintained or to be maintained under the protection of Article 26,and 30 of the constitution of India and education imparted to a child in the afore mentioned institution shall be considered sufficient compliance of the obligation of the central Government, Local Authority, Guardian, Parent, and the right of child to education under this Act"

اگر مرکزی حکومت آئین ہند کا پاس ولحاظ کرتی ہے۔ اور وہ اقلیتوں کے بنیادی حق کو غصب نہیں کرنا چاہتی تو وہ اقلیتی تعلیمی اداروں کو RTE کے دائرہ سے باہر رکھے، اور اقلیتوں کو اپنی پسند کے ادارے بنانے اور انکا نظم وانتظام سنبھالنے کی آئینی آزادی اور بنیادی حق کو چور دروازے سے ختم نہ کرے!

اب تک جو کچھ میں نے کہا ہے بحیثیت مسلمان کہا ہے ——بحیثیت ہندوستانی میں اس ایکٹ کے بعض نکات کو ملک کی تعلیم اور نوجوانوں کی تعلیمی لیاقت کے لئے مہلک سمجھتا ہوں، اور اس کی دفعات میں سب سے خطرناک اور صلاحیت کش دفعہ امتحانات کا خاتمہ ہے، اس ایکٹ کے مکمل نفاذ کے بعد طلبہ کو امتحان ہال سے ملاقات بارہویں جماعت 2+ میں ہوگی—— بچپن سے مقابلہ، امتحان میں شریک ہونے کا موقعہ، اس کے نتائج، بچوں کی تعمیر، لگن، جذبہ اور محنت پر غیر معمولی اثر ڈالتے ہیں، امتحان سے فری حصول تعلیم بچوں کو اپنی صلاحیت ناپنے کا موقعہ نہ دے گا، اور نہ ان میں مقابلہ کی ہمت، تعلیم میں لگن، آگے بڑھنے کا جذبہ اور بھرپور محنت کی فضا فراہم کرے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ بیس برسوں بعد ملک میں ڈگری یافتہ جاہلوں کی بھرمار ہوگی۔

اسی RTE کے شیڈول میں صحت اور جسمانی تعلیم کی ''صحت مند گنجائش'' رکھی گئی ہے، اس کا قبلہ مقصود بھی مغربی تعلیم گاہیں اور ان کا نظام تربیت ہیں، اس قانون نے مغربی تعلیم گاہوں کی نقالی کی راہ کھولدی ہے، جس کے نتیجہ میں اخلاق سوزی اور جنسی انارکی بڑھے گی، مغربی ممالک میں اس نظام تعلیم وتربیت کا جو اثر ہوا ہے، وہ بن باپ کے بچے اور بن بیاہی ماؤں کی سماج میں کثرت ہے، ہندوستان میں اس سماج کی تشکیل نہیں ہوئی ہے، جس میں ۶۷رفیصد مائیں اپنے بچوں کے باپ کا نام نہیں بتا سکتیں——ہندوستان جیسے مذہبی پس منظر والے ملک کے لئے یہ چیز ماضی سے کٹ جانے کا ذریعہ ہوگی اور اپنی انفرادیت کھودینے کا وسیلہ بنے گی۔

ہندوستان کو مغرب کی بھلی باتیں قبول کرنی چاہئے، برُے طریقوں، غلط عادتوں اور اخلاق سوز حرکتوں کی نقالی کسی طرح مناسب نہیں!

۞۞۞

ہاں! ــــــ ۱۲۳/وقف جائدادوں کا مقدمہ جیت لیا گیا

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی (سکریٹری بورڈ، مونگیر)

۲۰۱۱ء کے شروع میں یہ خبر اخبارات کی زینت بنی، کہ دہلی میں ۱۲۳/وقف جائدادوں کا مقدمہ جیت لیا گیا، پھر مبارکبادا ور حضرت سلامت کا سلسلہ شروع ہوگیا، اور مسلمانوں کو محسوس کرایا گیا، کہ مرکزی حکومت نے ایک ''بڑا کارنامہ'' انجام دیا ہے، لیکن حقیقت وہ نہیں ہے، جو لوگ سمجھ رہے ہیں، پڑھے لکھے حضرات بھی چیزوں کو گہرائی سے دیکھے اور سمجھے بغیر مبارکباد دینے کے لئے لپک پڑتے ہیں، یہ دانشوروں کی خوبی نہیں کہی جاسکتی درباریوں کا وطیرہ ہو تو ہو، ــــ ''مقدمہ کی جیت'' کا مرحلہ گذر گیا، تو دل چاہا کہ اس سلسلہ کی آپ بیتی لکھدوں، تا کہ اندازہ ہو کہ ''سرکاری کام'' کرنے کے آداب کیا ہیں اور ہمیں کس طرح ٹھگا جاتا ہے!

جناب عبدالرحمان انتولے صاحب سے مسلم پرسنل لا بورڈ کا وفد وقف بل کے موضوع پر گفتگو کر چکا تھا، اور تحریری رائے دے چکا تھا، وفد رخصت ہوا تو جناب انتولے نے مصافحہ کیا اور میرا ہاتھ پکڑے اپنے چیمبر میں لے گئے، وہاں جناب سلمان خورشید صاحب بھی تشریف لائے، محترم انتولے صاحب نے فرمایا کہ آپ کے خط پر ہم لوگ غور کر رہے ہیں، واقعہ یہی ہے کہ میں نہیں سمجھ سکا، کہ میرے کس خط کی طرف ان کا اشارہ ہے، میں نے عرض کیا کہ ضرور غور کیجئے، مگر ابھی یہ بتا دیجئے کہ غور وفکر کا سلسلہ اگلے الیکشن کے بعد تو پورا نہیں ہوگا ــــ؟ اس پر جناب سلمان خورشید صاحب نے کہا کہ ''ہاں وقت تو بہت لگ گیا میں خود بارہ تیرہ بار کورٹ جا چکا ہوں، کورٹ میں دیر ہو رہی ہے، آپ نے جو راستہ بتایا ہے، وہ صحیح ہے، اور آسان بھی ہے، ہم لوگ روڈ میپ Road Map بنا رہے ہیں جلد ہی آپ کے نسخہ پر عمل ہوگا''۔

ان جملوں کے پورا ہونے تک مجھ پر واضح ہو چکا تھا، کہ میرے کس خط پر غور کیا جارہا ہے، اور روڈ میپ کس کام کے لیے بن رہا ہے، اور یہ بھی سمجھ میں آگیا کہ مجھے ان جملوں سے کیوں اطمینان دلایا جارہا ہے۔

بات یہ تھی کہ فروری ۲۰۰۶ء میں میں نے محترمہ سونیا گاندھی کو ایک تحریر دی، جس میں یہ لکھا تھا کہ دہلی میں ایسی ۱۲۳/وقف کی جائدادیں ہیں، جو شہری ترقیات کی وزارت کے قبضہ میں ہیں، اور انھیں محترمہ اندرا گاندھی کی ہدایت پر ۱۹۸۴ء میں دہلی وقف بورڈ کے حوالہ کرنا تھا۔ میں نے خط میں ان جائدادوں کا پس منظر لکھا تھا، کہ ۱۹۱۲/۱۹۱۴ء میں دہلی میں وقف کی جائدادوں کو ایکوائر کیا گیا تھا، اس زمانہ سے ان اوقاف کے متولی/منتظم حضرات برابر ایکو زیشن کی مخالفت کرتے آئے، متعلق لوگ عدالتوں میں بھی گئے۔

مرکزی حکومت نے محترم ایس ایم ایچ برنی کی چیرمین شپ میں کمیٹی بنادی، محترم برنی صاحب نے تفصیلی رپورٹ پیش کی، جس میں ایسی ۲۵۰/وقف جائدادوں کی فہرست دی گئی تھی، جنہیں کمیٹی کی رائے میں وقف بورڈ کے حوالہ کر دینا چاہئے، کیونکہ ان کے وقف ہونے میں کہیں سے کوئی شبہ نہیں تھا، اور برابر وہ بطور وقف استعمال میں رہی تھیں ــــ رپورٹ کے بعد بحث کا سلسلہ چلا، تو ایک دوسری کمیٹی جناب میر نصراللہ صاحب کی چیرمین شپ میں بنائی گئی، محترم میر صاحب نے ۱۲۳/جائدادوں کی نشاندہی کی، جسے شہری ترقیات کی وزارت کو دہلی وقف بورڈ کے حوالہ کر دینا چاہئے تھا۔

محترمہ اندرا گاندھی صاحبہ نے اس سلسلہ میں واضح ہدایت دی کہ ۱۲۳ جائداد دہلی وقف بورڈ کے حوالہ کی جائے ــــ وزارت نے نوٹی فیکشن جاری کر دیا، مگر اس نوٹی فیکشن میں ۱۲۳/جائدادوں کو حوالہ کرنے کی بات نہیں تھی، بلکہ ایک روپیہ سالانہ پٹہ (کرایہ) پر یہ موقوفہ جائداد دہلی وقف بورڈ کو دی گئی تھی، یعنی پچیس سال پاپڑ بیلنے کے بعد بھی وہ ۱۲۳/جائداد وزارت شہری ترقیات ہی کی رہی، ہاں اتنا ہوا کہ علامتی کرایہ پر یہ جائداد بطور کرایہ دار دہلی وقف بورڈ کے حوالہ کی گئی، اور یہ بھی تاریخی سچ ہے کہ اس نوٹی فیکشن کے دہلی وقف بورڈ پہونچنے سے پہلے اندراپر ستھا وشو ہندو پریشد کے دفتر پہونچ گیا، اور پریشد نے دہلی ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا، کہ اتنی قیمتی جائداد کو ایک روپیہ علامتی کرایہ پر دینا کسی طرح درست نہیں ہے، ۱۹۸۴ء میں یہ مقدمہ دہلی ہائی کورٹ میں دائر ہوا، اور چلتا رہا، جس میں تقریباً درجن بھر مرتبہ خود جناب سلمان خورشید صاحب بحث کے لئے دہلی ہائی کورٹ جا چکے تھے۔

محترمہ سونیا گاندھی صاحبہ سے میں نے اپنے خط میں یہ عرض کیا تھا، کہ اس پورے معاملہ میں گڑبڑ کی جڑ غلط نوٹی فیکشن ہے، اس نوٹی فیکشن کو کینسل

کر دیا جائے، اور ملکیت کی منتقلی کا نوٹی فیکشن جاری کر دیا جائے، دہلی ہائی کورٹ میں نوٹی فیکیشن ہی کو چیلنج کیا گیا ہے، جب اسے کینسل کر دیا جائیگا، تو سارا مقدمہ ختم ہو جائے گا، یہ ایک ایسی بات جو آسانی سے سمجھ میں آسکتی تھی، اور محترمہ سونیا جی نے کہا بھی ـــــ ’’یہ تو آسان کام ہے‘‘۔ پھر سونیا جی نے کیا کیا، مجھے اس کی اطلاع نہیں ملی، میں نے یہ ضرور کیا، کہ اس خط کی نقل انہیں ہر سال بھیجتا رہا،

مجھے اس دن معلوم ہوا کہ میرا وہ خط محترمہ سونیا گاندھی کے دفتر سے وزارت اقلیتی فلاح کو بھیجا گیا، اور وہاں اس خط پر گفتگو ہوئی، اسی لئے جناب عبد الرحمان انتولے صاحب مجھے میٹنگ روم سے اپنے چیمبر لے گئے، اور جناب سلمان خورشید صاحب نے ’’روڈ میپ‘‘ تیار کرنے کی بات فرمائی، میں نے کہا بھی ’’پتہ نہیں آپ کس طرح کا روڈ میپ بنانا چاہتے ہیں، سیدھی سی بات ہے شریمتی اندرا گاندھی نے ۱۹۸۴ء میں ان جائدادوں کو وقف بورڈ کے حوالہ کرنے کا حکم دیا تھا، مگر حکم ’’افسر گردی‘‘ کا شکار ہو گیا ـــــ اب میرا خط سونیا جی کے حکم سے یہاں آیا ہے، آپ دونوں ہی بہت بڑے قانون داں ہیں، شہری ترقیات کے وزیر سے گفتگو کر لیجئے اور ۱۹۸۴ء کے نوٹی فیکشن کو کینسل کرا کے نیا نوٹی فیکشن جاری کرا دیجئے‘‘ یہ بہت سیدھا سا معاملہ ہے، میں مدرسہ کا مولوی ہوں، اس مقدمہ کو سمجھ رہا ہوں، آپ لوگ بڑے قانون داں ہیں، اسے تو آپ کو ۸۴ء میں سمجھ لینا چاہئے تھا، جناب سلمان خورشید صاحب نے فرمایا کہ ہاں ہاں! اس کے لئے روڈ میپ Road Map بنا رہا ہوں، بات آئی گئی ہوگئی۔

کم و بیش تین سال گذر گئے، میرے علم میں یہ بات نہیں آسکی تھی، کہ میپ بن سکا ہے یا نہیں؟ سوال صرف میپ کا نہیں تھا، اس کے بعد روڈ کو بھی بننا تھا، اس لئے میں بے چین تھا، ۳/جولائی ۲۰۱۰ء کو جب مسلم پرسنل لا بورڈ کے وفد سے جناب سلمان خورشید صاحب کی باقاعدہ ملاقات ہوئی، تو وقف ایکٹ کے موضوع پر بات چیت کے بعد میں نے ۱۲۳/جائداد کے ریلیز Releas کرنے کی بات یاد دلائی، اور اپنے خط کا تذکرہ کیا، (میں نے وہ تجویز جناب سلمان خورشید صاحب کے وزیر بننے کے بعد دوبارا نہیں بھیجی تھی) تو انھوں نے کہا کہ میرا خط انھیں نہیں ملا ہے، ایسے نازک موقعہ پر تجربہ کاروں کا کہنا ہے کہ کہنے والے کی صداقت پر بے ارادہ یقین کر لینا چاہئے، میں نے بھی وہی کیا، اور عرض کیا کہ میرے ان جملوں کے ذریعہ یاد دہانی کو کالعدم سمجھئے میرا خط آپ کو جلد ہی مل جائے گا۔

اگلے ہی دن ۴/جولائی کو ہمدرد یونیورسٹی میں مائنوریٹی کنسنٹریٹڈ ڈسٹرکٹ ملٹی سکٹورل ڈیولپمنٹ پلان سے متعلق اجلاس میں جناب سلمان خورشید صاحب سے پھر ملاقات ہوگئی، وہ اس اجلاس کی شمع محفل تھے، اور میں گرد کارواں ـــــ میں نے ’’وہ خط‘‘ انھیں تھما دیا، جب سلمان خورشید صاحب نے خطاب فرمایا تو اس خط کے مضمون کا ہلکا سا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے یہ کہا کہ ’’۱۲۳/جائداد کے متعلق میں نے وزیر شہری ترقیات سے گفتگو کی ہے ان کا کہنا ہے کہ ان کی وزارت اگر وقف بورڈ کو جائداد دینا چاہتی ہے تو اس میں کسی کو دشواری نہیں ہونی چاہیے، دوسرے اسے روکنے والے کون ہوتے ہیں؟ ہم جائداد ضرور دینگے.......وغیرہ وغیرہ میں تقریر سنتا رہا اور سوچتا رہا کہ شاید ابتک روڈ میپ تیار نہیں ہوا ہے۔

فروری ۲۰۰۶ء کے خط پر ۴/جولائی ۲۰۱۰ء تک جو کاروائی ہوئی تھی، میرے سامنے تھی، سیدھا سا معاملہ تھا جسے طے کرنے کے لئے محض ’’سیاسی ارادہ‘‘ کی ضرورت تھی، ہاں! ہائی کورٹ میں مقدمہ لڑنے سے بہت آسان یہ تھا، کہ معاملہ کیبنٹ میں اٹھا دیا جائے، یا شہری ترقیات کے وزیر سے دوٹوک بات کر لی جاتی، یہ بھی ممکن نہ تھا، تو سونیا جی کو ہی لکھ دیا جاتا کہ وہ مداخلت کریں اور شہری ترقیات کے وزیر سے بات کر لیں، مگر مجھے افسوس ہے کہ پچاس سال کی کاوش کا نتیجہ یہ نکلا کہ شہری ترقیات کی وزارت کے نوٹی فیکشن کو دہلی ہائی کورٹ نے مان لیا ـــــ اس فیصلہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ جائداد بہر حال شہری ترقیات کی وزارت کی ملکیت ہے، جسے دہلی وقف بورڈ کو علامتی کرایہ پر دیا جانا درست ہے، اب بھلا بتایئے! دو دو کمیشن کے بنوانے میں برسوں لگے، کمیشن کی رپورٹ آنے میں جو وقت لگا، وہ اپنی جگہ۔ پھر چھبیس سال کے بعد عدالت کا فیصلہ لینے اور نصف صدی کی عوامی جدوجہد اور سرکار والا تبار کی نیک نیتی اور حسن خدمت کے نتیجہ میں بات یہی ٹھہری کہ زمین اصلاً ’’وقف‘‘ نہیں ہے ـــــ سچ یہی ہے کہ ’’وہ ہار کر نہ ہارے، میں جیت کر بھی ہارا ـــــ‘‘! اور اب بھی جناب سلمان خورشید صاحب اطمینان دلا رہے ہیں کہ وہ وزیر شہری ترقیات سے رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں اور ڈی نوٹی فائی کے لئے لگے ہوئے ہیں۔

چھبیس سال پہلے (۱۹۸۴ء میں) ایسا لگا تھا کہ گاڑی آگے بڑھ رہی ہے، مگر ایک قدم آگے بڑھا نہیں تھا، کہ دو قدم پیچھے ہو گئے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ملاح نے کشتی کو ساحل کے کسی مضبوط درخت سے باندھ دیا ہے، اور رات بھر پتوار کھیتا رہا ہے، رات بھر کشتی ہلتی رہی، مسافر سمجھتے رہے کہ کشتی چل رہی ہے، صبح کی روشنی پھیلی تو پتہ چلا کہ کشتی ساحل سے لگی ہے، ملّاح نے کشتی کو روک رکھا تھا!

مسلم پرسنل لا، چیلینجز اور لائحہ عمل

محمد عبدالقیوم (سابق معاون قیم جماعت اسلامی ہند)

۱۔ ایسی قوم جس کے اجتماعی قوانین نے رفتار زمانہ اور بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ نہ دیا جن میں ہمارے برادران وطن بھی شامل ہیں اپنے قوانین ملکی اور معاشرتی و عائلی قوانین کو بدل کر زمانے کے موافق بناتے جارہے ہیں۔

ہمارے ملک میں جہاں عورت ایک مرتبہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد شوہر کے فوت ہوجانے کے بعد بھی جدا نہیں ہوسکتی تھی اُس قوم کے نمائندے نکاح وطلاق کے قوانین آج اسمبلیوں میں بیٹھ کر نہایت آسانی سے پاس کردیتے ہیں۔

وہ لوگ جن کے یہاں خدا سے ملنے کی سبیل صرف یہی ہوسکتی تھی کہ وہ اس دنیا اور اس کے علائق کو چھوڑ کر اور خاندانی وسماجی زندگی کو ترک کرکے جنگلوں، پہاڑوں اور ویرانوں میں زندگی بسر کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ آج وہ اپنے مذہبی نمائندوں کو حکومت کے ایوانوں میں پہنچانے کے لئے کوشاں ہے۔ اور وہ جو مسجد، مندر کی سیاست پروان چڑھا کر ہندوتوا کے ایجنڈے کی بنیاد پر انتخاب لڑنے کے قائل ہیں۔ فیصلہ کن مقام پر برابر پہنچ رہے ہیں، یہ تسلسل آزادی کے بعد سے آج تک برقرار ہے اور وہ ہر فیصلہ کن مقام پر موجود ہیں۔ اور ایسی قانون سازی اور اس کے نفاذ میں مصروف ہیں، یہ فیصلے نہ اعلیٰ تہذیبی روایات اور اخلاقی قدروں کے حامل ہوتے ہیں نہ ہی ان میں انسانی فطرت اور عدل وانصاف کے تقاضوں کا لحاظ ہوتا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ اس نوعیت کے فیصلے سماج کو اعتدال کی راہ پر قائم رکھنے میں مددگار ثابت نہیں ہورہے ہیں بلکہ عدم توازن کا باعث ہیں۔ لوگ چاہتے تھے کہ مسلمان بھی زمانے کی رفتار کے ساتھ اپنے معاشرتی قوانین کو ہم آہنگ کریں کسی ایسے شخص کا جو اسلام کے اصولوں اور اس کے شرعی قوانین پر نظر نہیں رکھتا اس کے لیے ان کی مصلحتیں سمجھنا آسان نہیں ہے۔

۲۔ برادران قوم پر یہ حقیقت واضح ہونی چاہئے کہ اسلام جو دین فطرت ہے وہ بنی نوع انسان کے لیے ایسا قانون پیش نہیں کرتا جو انسانی فطرت کا ساتھ نہ دے سکے۔

پوچھ اُس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی
تو صاحب منزل ہے یا بھٹکا ہوا راہی

آسمانی قانون اور زمینی ضابطوں میں جو بنیادی فرق ہے اسے زمینی ضابطوں کا مرتب کرنے والا شخص اس طرح نہیں جان سکتا جس طرح انسان کا خالق جانتا ہے وہ جس نے انسان کو بنایا ہے انسانی فطرت سے خوب واقف ہے اور اس کی فطرت کے عین مطابق اس نے انسان کی ہدایت ورہنمائی اور اس کے لئے ضابطہ حیات کا اہتمام کیا ہے۔ انسان کا ماضی، حال اور مستقبل جس کے سامنے ایک ساتھ رہتا ہے وہ انسانوں کو ایک سرمدی (دائمی) اور روحانی قانون اور ضابطے دیتا ہے تو وہ انسان کو یہ چھوٹ نہیں دیتا کہ تم زمانے کے ساتھ بدلتے رہنا اور جیسا چاہے ویسی زندگی کے لئے قانون اور ضابطے وضع کرنا وہ انسان کو اسکا اختیار نہیں دیتا اس لیے کہ انسان خود اپنے ساتھ انصاف نہیں کرسکتا اور الٰہی قانون کے مطابق کوئی قانون اپنے لئے وضع نہیں کرسکتا، انسانوں کا خالق اور انکا مالک جانتا ہے کہ جب کبھی زمانہ الٰہی قانون کا ساتھ نہیں دے سکے گا تو وہ وقت اہل زمانہ کی گمراہی اور طغیان کا ہوگا، اس وقت انسان کے لئے لازم ہے کہ الٰہی قانون پر عمل کرے جو خدا کی ہدایت پر دنیوی واخروی زندگی کی کامیابی، فلاح ونجات کا تصور رکھتا ہے، اسے قانون الٰہی پر ہی عمل پیرا ہونا چاہئے اور یہ کوشش اس کی ذمہ داری ہے زمانہ اور حالات خدا کی ہدایات اور اس کے قانون کی پیروی کے لیے آمادہ ہوکر اپنے لئے دنیوی کامیابی اور آخرت کی نجات کا سامان کرے۔ قرآن نے واضح لفظوں میں انسان کو اس حقیقت سے آگاہ کردیا

ہے کہ ''زمانہ اس بات پر شاہد ہے کہ بے شک انسان گھاٹے اور خسارے میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کے پابند رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔ (ایسے لوگ گھاٹے اور خسارے سے محفوظ ہیں)'' (سورہ عصر) واضح ہو کہ جس دن دنیا میں کوئی انسان ایسا باقی نہ رہے گا جو خدا کے قانون کے آگے سر جھکادے وہ دن قیامت کا دن ہوگا۔

۳۔ مذکورہ بالا پس منظر میں کیا مسلمان خدا کے عطا کردہ شرعی قوانین جس میں پھیر بدل کا اختیار ان کے لیے گناہ عظیم ہے کسی ایسے ادارہ کو جو آسانی قانون پر یقین نہیں رکھتا اور حالات کے تابع، خدا کی زمین پر اپنے لئے زندگی کے ضابطے تجویز کرتا ہے اسے الٰہی قانون میں ترمیم، اس میں ردوبدل کرنے یا اس کی جگہ دوسرا قانون وضع کرنے کا مجاز مان سکتے ہیں اور جبکہ قانون ساز اداروں کے نمائندوں کی اکثریت الٰہی قانون سے متضاد زمینی ضابطوں پر یقین رکھتی ہے یہ بات بڑی آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ ہر وہ قانون کہ جسے کسی ملک کی پارلیمنٹ کی اکثریت پاس کرنا چاہے کسی فریق کے اختلاف کے باوجود بڑی آسانی سے پاس کرسکتی ہے۔ مسلمان اس پر اگر راضی ہو جائیں تو ان کا حشر کیا ہوگا کیا وہ اپنی شناخت اس ملک میں باقی رکھ سکیں گے اور اپنے تہذیبی تحفظ کے ساتھ ان کا وجود برقرار رہ سکے گا۔ مسلمانوں کی اس مشکل کو سمجھنا ضروری ہے ان کے اندر یہ بے چینی پائی جاتی ہے کہ ملکی پارلیمنٹ کو دستور کی آرٹیکل 44 کی رو سے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ تمام شہریوں کے لیے یکساں سول کوڈ وضع اور نافذ کرسکتی ہے۔ یکساں سول کوڈ کی تلوار ان کے سروں پر لٹکی ہوئی ہے۔

۴۔ شاہ بانو مقدمہ میں قانون کی دفعہ ۱۲۵ (الف) کی رو سے مطلقہ کو تازیست یا تا نکاح ثانی نفقہ ادا کرنے کے حکم سے مسلم مطلقہ کو مستثنیٰ قرار دئے جانے کے لئے پارلیمنٹ میں ترمیمی بل کے پاس ہو جانے کے بعد بھی دفعہ ۱۲۵ (الف) کا دروازہ بہرحال سب کے لئے کھلا ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے مسلم مطلقہ خواتین اپنے مقدمات عدالتوں کے روبرو لے جاتی ہیں اور اس دفعہ کی رو سے ان کے حق میں نفقہ کی ادائیگی کے فیصلے بھی صادر ہوتے ہیں مسلمانوں کا احساس ہے کہ مسلم مطلقہ کے لئے استثنیٰ کے قانون میں ترمیم واقعتاً بے اثر یا غیر مؤثر ہے۔

مسلمانوں کے لئے یہ عمل بھی تشویش کا باعث ہے کہ عائلی قوانین کے معاملات میں عدالتوں میں دائر کردہ مقدمات میں دئے گئے فیصلے ملکی قانون کے مطابق مسلم پرسنل لاء کا جز بن چکے ہیں اور اسکا سلسلہ برطانوی دورِ حکومت سے لے کر آج تک برقرار ہے اگر چہ کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے قیام کے بعد ایسی رولنگس (Rulings) کا نوٹس لیا ہے اور اس پر اپنے شرعی موقف کو بھی واضح کیا ہے۔ لیکن بہرحال قانون کی رو سے ان Rulings کو اپنے فیصلوں میں پیش نظر رکھنے کی عدالت مجاز ہے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مشکل کا کوئی حل نکالنے کی مؤثر تدبیر کرے۔

۵۔ انگریزوں نے مسلم پرسنل لا کے نام سے ملک کے قانون میں برقرار رکھا اور اس میں کسی مداخلت سے بھی باز رہے۔ لیکن آزاد ہندوستان میں عائلی قوانین کی حفاظت کا سوال مسلمانوں کو درپیش رہا ہے۔ شروع دن ہی سے مسلک کے دانشور طبقہ کا ذہن اسلام اور اس کے شرعی قوانین کے بارے میں صاف نہیں رہا ہے اور دستور ساز اسمبلیوں میں برابر ایسے بل لانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے کہ مسلم پرسنل لا میں ترمیم اور ردوبدل کی جاسکے اور دھیرے دھیرے یکساں سول کوڈ کے رجحان میں شدت پیدا ہوتی رہی ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو کے خیالات مذہب اسلام کے بارے میں کیا رہا ہے اس کے لیے ان کی خود نوشت سوانح حیات ''میری کہانی'' کے صفحہ ۱۶۱ کا مطالعہ کافی ہوسکتا ہے۔ وہ رقمطراز ہے کہ ''جس چیز کو مذہب یا منظّم مذہب (اسلام) کہتے ہیں اسے ہندوستان میں اور دوسری جگہ دیکھ کر میرا دل ہیبت زدہ ہوگیا ہے میں نے اکثر مذہب کی مذمت کی ہے اور اسے مٹانے کا آرزومند ہوں''۔

جواہر لال جی کو یہ بات تسلیم تھی کہ ''اسلام اور ہندومت متضاد زندگی کے حامل ہیں اگر وہ چاہتے ہیں کہ ایک دوسرے میں جذب کرنے کا عمل جاری رہے یعنی وہ رَو جسے اکبر نے چلایا اور داراشکوہ نے مزید موجیں پیدا کی تھیں وہ آہستہ آہستہ آتش خاموش کی طرح پھیل رہی تھی اور قریب تھا کہ اسلام برہمو

سماج کی شکل اختیار کرے مگر انگریزوں کی آمد سے یہ سلسلہ رک گیا اب چونکہ انگریز کی حکومت کم ہورہی ہے اس لیے اس سلسلے کو پھر وہیں سے شروع کردینا چاہئے جہاں سے یہ سرشتہ ہاتھ سے چھوٹا تھا تا آں کہ وُردھا تعلیمی اسکیم وغیرہ سے یہ کام تکمیل کو پہنچ جائے''۔ (اخبار لائٹ مؤرخہ ۱۶رفروری ۱۹۳۹ء)

واضح ہو کہ گاندھی جی نے کراچی والے کانگریس اجلاس کی تجاویز (Resolution) کے حصولوں کے پیش نظر وردھا کی مشہور تعلیمی اسکیم مرتب کرائی تھی۔

ملک کے ہندو دانشوروں مسٹر ساورکر، ڈاکٹر مونج اور ممتھ ناتھ مکر جی یہ چاہتے تھے اور آریا سماجیوں کو ان کا مشورہ تھا کہ آریا سماجیوں کو چاہیے کہ ہندوستان میں ایک مسلمان بھی باقی نہ رکھے۔

(رسالہ آریا سماج، تاریخ اشاعت نامعلوم)

اغلب ہے کہ 1939 کے آس پاس کی ہوگی، کیوں کہ اس دوران مسلمانوں اور اسلام کے خلاف تحریک اپنے پورے شباب پر تھی۔

آزادی کے بعد مستقبل کا ہندوستان یہاں کی اکثریت کیسا بنانا چاہتی تھی اس میں ہندو دانشور اور سیکولرزم کے علم بردار دانشور فکری طور پر ہم آہنگ رہے۔ گاندھی جی کے قول کے مطابق مستقبل کے ہندوستان کا تصور یہ تھا کہ یہاں گئوکشی ممنوع ہوگی اور جواہر لال جی کی تمنا کے بموجب منظّم مذہب اسلام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے گا یا اگر باقی رہے گا تو اس کی شکل وہ ہوگی جس کی تعلیم وُردھا تعلیمی اسکیم میں دی گئی ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو کی ایک سوچ یہ بھی تھی جس کی رو سے ان کا قول ملاحظہ فرمائیے ''یہ بھی واضح رہے کہ اصول جمہوریت کے مطابق اکثریت کا ارادہ پوری قوم کا ارادہ سمجھا جاتا ہے اس لیے اکثریت کی فرقہ پرستی عین قومیت ہے اقلیت کا مطالبہ حق (حقوق) بدترین فرقہ پرستی'' پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی خود نوشت سوانح عمری میں ایک سے زائد جگہ اس کی تشریح کردی ہے کہ اقلیت کی فرقہ پرستی، قوم پرستی سے قریب ہوتی ہے۔

متحدہ قومیت کا تصور سب کے نزدیک ایک تھا اور یہ نظریہ ہر جگہ کارفرما رہا۔ رسم الخط کے بارے میں گاندھی جی سے سنئے کہ ہندوستان کا عالمگیر رسم الخط کیا ہونا چاہئے فرماتے ہیں ''میں نے پہلے ہی اپنا خیال ظاہر کردیا ہے کہ دیوناگری ہی ایسا رسم الخط ہے جو ہندوستان میں عالمگیر ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے''۔

یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا رجحان بھی متحدہ قومیت کے نظریہ کا ایک حصہ ہے اور آج ملک کے تمام دانشوروں کا مکمل اتفاق ہے۔ یہ تو کانگریس کی سیاسی مجبوری ہے جس کی بنا پر وہ مسلمانوں کو تسلی دیتی ہے کہ مسلم پرسنل لا میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی جب تک مسلمان نہ چاہے لیکن جس دن کانگریس ملک کی اکثریت کا اعتماد حاصل کرنے کے موقف میں ہوگی شاید اس کا پہلا قدم یکساں سول کوڈ وضع کرنے کی طرف ہوگا اس لئے کہ بنیادی طور پر کانگریس شروع دن سے اس فکر کی حامل جماعت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے علیحدہ ملی وجود اور ان کے مسلمان ہونے کی حیثیت کو تسلیم کرنے کی ذہنی آمادگی یہاں مفقود ہے۔

موجودہ صورتحال یہ ہے کہ مغرب کی استعماری قوتوں نے اسرائیل سے شہ پاکر پورے عالم اسلام اور اسلامی تہذیب کے خلاف جنگ کا آغاز کردیا ہے۔ جھوٹے الزامات عائد کرکے مسلم ملکوں پر انہوں نے یلغار کی تاکہ ان کے ذرائع وسائل پر قابو پایا جاسکے اور فکری اور تہذیبی اعتبار سے ان کو اپنے زیر اثر لانے پر مجبور کیا جاسکے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑی تیزی کے ساتھ وہ ترقی پذیر ممالک پر اثر انداز ہونے کی پوری کوشش کررہے ہیں تاکہ ان ملکوں کی پالیسیوں پر اثر انداز ہوسکے بلکہ وہاں کے دستور اور قوانین پر بھی تبدیلی لانے کے درپہ ہیں۔ مغربی مادہ پرستانہ تہذیب کو عام کرنے کے لیے ایک طرف یورپین ممالک اپنے ملکوں کے زیر اثر مسلم اقلیت پر پوری طرح دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ اپنی تہذیبی روایات اور معاشرتی آداب کے ساتھ زندگی گزارنے پر اصرار نہ کرے۔ بدقسمتی سے ہمارا ملک بھی مغرب کی استعماری قوتوں کی ان سازشوں سے محفوظ نہیں ہے آخر کیا وجہ ہے کہ ہمارے ملک کی معاشی اور خارجہ پالیسی عدم توازن کا شکار ہوتی جارہی ہے بلکہ اپنی تہذیبی روایات اور قدروں کے برخلاف ہم جنس پرستی، لڑکوں اور لڑکیوں کا آزادانہ شہوت رانی کے رجحانات کا نام نہاد آزادی کے نام پر اور مختلف تقریبات کے ذریعے عروج افزوں شباب پر ہے اور ملک کا میڈیا پورے زور و شور کے ساتھ استعماری

قوتوں کے بل پر گھنونے سماج کو پروان چڑھانے کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ رشتہ ازدواج کے بغیر مرد اور عورت کے درمیان جنسی تعلق کو جائز تصور کرنا، عورت کو بازار کی ایک جنس بنادینا اور فواحشات کو پروان چڑھانا ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت انجام پا رہا ہے۔ مسلم معاشرہ بھی ان خطرات کی زد میں ہے۔ مسلمانوں کی رہی سہی قدریں بھی پامال کردینے کی خواہش تھی یہاں پوری طرح موجود ہے۔ مدرسے کردار سازی میں جن کا اہم رول ہے ان میں بھی دخل اندازی کے ارادے ہیں تاکہ وہاں عصری علوم کو داخل کرکے مذہبی تعلیم کے اثرات کو کم سے کم تر کیا جاسکے اس لئے کہ مذہبی تعلیم نوجوانوں کو دہشت گرد بناتی ہے مدرسوں کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دینے میں پورا زورصرف کیا گیا اور مذہب پسند اور تعلیم یافتہ مسلم نوجوانوں کو مشتبہ دہشت گرد تصور کرکے ان کو نشانہ بنایا گیا اور مسلسل ان کو ہراساں کیا جاتا رہا ہے۔ مسلمان اس پر چیخنے چلانے لگے تو سچر کمیٹی اور رنگناتھ مشرا کمیشن کی سفارشات کے کھلونوں سے ان کی دل بستگی کا سامان کیا گیا اور اس کے بعد ریزرویشن کے وعدوں سے ان کو لبھایا گیا اور پھر خواتین کے ریزرویشن کی بحث میں انھیں ایسا الجھادیا گیا کہ وہ سب کچھ بھول گئے۔ ایک مسئلہ اس ملک میں مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ کا ان کے لئے ہراسانی کا باعث ہے، اب فسادات کے انسداد کے نام پر ایک بل کا مسودہ تیار کیا گیا تو اس میں بھی انتظامیہ پر کوئی ذمہ داری عائد کئے بغیر فسادات کے انسداد کے لئے پولیس کو مزید اختیارات کی سفارش کی گئی۔

مسلمانوں کے لئے اصل مسئلہ اپنی تہذیب اور اپنی اسلامی شناخت کے ساتھ اس ملک میں اپنے وجود کے بقا اور تحفظ کا مسئلہ ہے۔ آزادی کے 63 سال کے بعد بھی اس کی ضمانت حاصل نہیں ہے۔ آزادی سے قبل بھی مسلمانوں کے سامنے یہ سوال درپیش رہا کہ کیا آزاد ہندوستان میں اپنی تہذیبی روایات اور شناخت کے ساتھ مسلمانوں کو اپنے دین و ایمان، اپنی جان و مال اور اپنی عزت و آبرو کی ضمانت حاصل رہے گی؟ کیا وہ اپنے اوپر قانون الٰہی کو جاری کرسکیں گے؟ اور شریعت محمدیؐ پر عامل ہوسکیں گے؟ کیا سود کی مصیبت سے انہیں راحت مل سکے گی؟ کیا سود کی حرمت سے پاک اسکیمات سے وہ فائدہ اٹھاسکیں گے؟ کیا زکوٰۃ کی تنظیم اور اس کے جمع و صرف باقاعدہ ادارہ منظم کرسکیں گے؟ کیا شرعی حدود سے تجاوز کرنے والے مسلمانوں کی وہ تادیب کرسکیں گے؟ کیا مہاجنوں، ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کے معاشی دست برد سے مسلمانوں کی گھریلو صنعتیں اور مسلمان صنعت کار آزاد ہوسکیں گے؟ ان کی عبادت گاہیں اور ان کے اسلامی شعائر اور ان کے اوقاف یہاں محفوظ رہیں گے اور ان کے نظم و انصرام پر ان کا پورا عمل دخل اور اختیار ہوگا؟

آج آزادی کے 63 سال کے بعد بھی وہی سوالات پوری شدومد کے ساتھ جمہوری ہندوستان میں مسلمانوں کے ذہنوں میں موجود ہیں اور ان کے لئے بے چینی کا باعث ہے۔ مسلمانوں نے اپنے مسائل کے تحفظ کے لئے آزادی سے پہلے انگریز پر انحصار کیا اور آزادی کے بعد ان کا بالکلیہ انحصار کانگریس پر رہا۔ یہ دونوں ان کے لئے ایک جیسے ثابت ہوئے۔ اور ملک کو چلانے کے لئے دونوں کی پالیسی ایک جیسی رہی۔ یہ کانگریس ہی تھی جس نے دفعہ ۱۲۵ میں ترمیم قبول کرکے ایک طرف مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا پروانہ مسلمانوں کے ہاتھ میں دیا اور دوسری طرف بابری مسجد کے متنازعہ زمین پر شیلانیاس کرواکر مسجد کے انہدام اور مندر کی تعمیر کی راہ ہموار کردی، کانگریس کی یہ ڈپلومیسی ملک میں فساد اور انتشار کا واحد سبب ہے۔

لائحہ عمل: مسلمان کیا کریں؟ تجاویز

مسلمان اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کریں!

۱۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے پلیٹ فارم کو بالخصوص اہل سنت والجماعت کی مؤثر نمائندگی سے مزید مستحکم کیا جائے، تمام مکاتب فکر کا نمائندہ بورڈ کو اپنی روایات کے مطابق حامل رہنا چاہئے۔ ملی اتحاد ہی اعتصام بحبل اللہ کی بنیاد پر ہماری قوت کی اصل بنیاد ہے۔

۲۔ قرآن کریم ہمیں بتلاتا ہے کہ رسولوں کو بھیجنے اور ان کے ساتھ ہدایت نامہ نازل کرنے کا مقصد رہا ہے کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ احکامات شریعت کے بنیادی مقاصد اور اس کی مصلحتوں کو دانشورانہ قوم بالخصوص ماہرین قانون کے ذہنوں پر واضح ہونا چاہئے اس ذمہ داری کو مسلم پرسنل لا بورڈ کا پلیٹ فارم ادا کرے، شریعت اسلامی کے بنیادی مقاصد انسانی عزوشرف، بنیادی حقوق کا تحفظ، عدل و انصاف کا قیام، غربت و

افلاس کا خاتمہ، سماجی مساوات، معاشی ناہمواریوں کا دور کرنا، امن وامان، نظم ونسق کا قیام اور بین الاقوامی سطح پر باہمی تعامل اور تعاون عمل ان مقاصد کو پوری طرح ابھار کر پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے بورڈ شریعت اسلامی کی تعلیمات اور اس کی مصلحتوں کو عام کرنے کے لئے کہ شریعت اسلامی پوری نوع انسانی کی دنیوی فلاح اور اخروی نجات کی ضامن ہے، داعیانہ موقف اختیار کرے اور بنیادی امور کے نشر واشاعت کا اہتمام کریں اپنے ذرائع ابلاغ کو اس مقصد کے لئے استعمال کرنے کے لئے T.V. Channel قائم کر کے اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

۳۔ مسلم معاشرہ میں شریعت اسلامی پر عمل پیرا ہونے کے جذبے کو فروغ دینے کے لئے عامۃ المسلمین کی مؤثر تربیت کا اہتمام کیا جائے۔ قرآن وسنت کی بنیادی تعلیمات کے ساتھ ساتھ آداب معاشرت، حقوق زوجین اور نکاح و طلاق کے مسائل کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرایا جائے۔

۴۔ موجودہ غیر منظم مسلم معاشرے میں جہاں کسی فرد مسلم میں کسی کے سامنے جواب دہی کی ذمہ داری کا احساس موجود نہیں ہے، مسلم معاشرہ کی تنظیم کی جائے اور دعوت واصلاح کی کوششوں کے ساتھ ساتھ نقیب و نگراں بھی مقرر کئے جائیں جو شرعی خلاف ورزیوں اور آئے دن کی بدعنوانیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بالخصوص بے راہ روی کا شکار مسلم نوجوانوں اور دختران ملت پر نظر رکھے اور مسلم محلوں میں بدعنوانیوں پر روک لگائے۔ ہر فرد مسلم کو اپنے امام یا اپنے امیر یا نقیب کے سامنے جواب دہ قرار دیا جائے اور خلاف ورزیوں پر تنقید واحتساب بھی ہو اور تادیب بھی ہو۔

۵۔ دارالقضا اور شرعی پنچایتوں کے قیام پر پوری توجہ صرف کی جائے۔ محلّہ محلّہ وبستی بستی شرعی پنچایتیں، کمیٹیاں اور دارالقضا کا جال پھیلا دیا جائے۔ مسلمان اپنے متنازعہ امور ومسائل کو لازماً یہاں پیش کریں، عدالتی و پولیس کارروائیوں سے حتی الامکان گریز کیا جائے۔ گھر کے مسائل گھر میں بیٹھ کر حل کئے جائیں۔

۶۔ ملکی دستور ساز اور قانون ساز اسمبلیوں پر نظر رکھی جائے کہ وہاں کوئی قانون شریعت اسلامی کے خلاف بلکہ عام انسانی اخلاقی قدروں اور اپنی مسلکی اعلیٰ تہذیبی روایات کے خلاف پیش ومنظور نہ کیا جا سکے۔ اس کے لئے بالخصوص پارلیمنٹ میں مسلم نمائندوں بلکہ ایسے غیر مسلم نمائندوں سے بھی رابطہ قائم کیا جائے جو اسلام اور فطرت انسانی کے خلاف بداخلاقی اور فواحشات کو پروان چڑھانے والے قوانین کے مخالف ہو۔

۷۔ دستور کے آرٹیکل 44 میں ترمیم کے ذریعہ اس کے اطلاق کو مسلم پرسنل لا سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

۸۔ دفعہ 125 (الف) کے تحت مسلم مطلقہ کو نفقہ سے مستثنیٰ کئے جانے کی اس دفعہ میں ترمیم کے مطابق فیصلوں کو پرسنل لا کے مطابق صادر کئے جانے کی راہ ہموار کی جائے۔ غور وخوض کے بعد اس کے لئے مؤثر قانونی تدابیر اختیار کی جانی چاہئے۔

۹۔ عدالتوں کے ایسے فیصلے جو مسلم پرسنل لا کے نزدیک مسلمانوں کے عائلی قوانین کے مغائر ہے ان کا احاطہ کیا جائے اور ان کو ایک جگہ کتابی شکل میں مرتب کیا جائے اس پر مسلم پرسنل لا بورڈ کے موقف کو بھی واضح کیا جائے اور مسلم ماہرین قانون کی آرا وتبصروں کے ساتھ اسے شائع کیا جائے تا کہ اس کے ذریعہ مسلم پرسنل لا کی مصلحتوں، نزاکتوں کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔ ججیس اور وکلاء کے لئے بھی یہ استفادہ کا باعث ہو۔

۱۰۔ اس پر بھی غور کیا جائے کہ یہ رولنگس جو مسلم عائلی قوانین کے معاملات اور مقدمات میں فیصلہ کن حیثیت کے حامل ہیں اس پر نظر ثانی یا اصلاح کی کوئی تدبیر مؤثر ہوسکتی ہے۔ آئندہ اس کے تدارک کے لئے مقدمات کی پیروی میں کیا حکمت عملی اختیار کی جائے یہ بھی مسئلہ ماہرین قانون کے غور کرنے کا ہے۔

۱۱۔ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی علیہ الرحمہ کی نگرانی میں شرعی قوانین پر مشتمل جو مجموعہ قوانین شائع کیا گیا ہے جس میں عائلی قوانین کا مکمل طور پر احاطہ کیا گیا ہے اس کے مستند اور معتبر ہونے کی سند امت مسلمہ کو حاصل ہے۔ پارلیمنٹ سے اس کی توثیق حاصل کی جائے، اسے مسلم پرسنل لا کی حیثیت میں ملکی قانون کا جز قرار دیا جانا چاہئے تا کہ عدالتیں اس مجوزہ قانون کے مطابق فیصلہ دینے کے مجاز قرار پا سکے۔

بابری مسجد مقدمہ - عدالت اور مسلم پرسنل لا بورڈ

وقارالدین لطیفی ندوی

بابری مسجد کا قضیہ بلا شبہ ہندوستانی تاریخ میں اپنی نوعیت کا ایک منفرد قضیہ ہے جس کے مقدمہ کی عمر طویل ہونے کے ساتھ ساتھ ہندوستان جیسے جمہوری اور سیکولر ملک کی تاریخ میں ایک بدنما داغ بھی ہے۔ جبکہ بابری مسجد ۱۵۲۸ء اپنے قیام کی تاریخ سے ۲۲ر دسمبر ۱۹۴۹ء کی نماز عشاء تک پورے طور پر مسجد رہی اور اس میں پنج وقتہ نماز پابندی سے ہوتی رہی۔ اس قضیہ کی ابتداء فرقہ پرست طاقتوں نے باقاعدہ ۲۲ر دسمبر ۱۹۴۹ء کی رات کے اندھیرے میں شری رام اور شری لکشمن جی کی مورتی رکھ کر کی، اس کے بعد عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹائے گئے لیکن عدالتوں سے جمہوری امیدوں کا گلہ گھونٹنے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا اس لئے کہ عدالت کے ذریعہ اس ملک کی تاریخ میں ایک سیاہ صفحہ کا اضافہ کرنا تھا اور شرمناک تاریخ مرتب ہونی تھی جو ہوئی۔ اس بیچ طرح طرح کی اٹکلیں اور گواہیوں کا دور چلتا رہا، سنی وقف بورڈ اتر پردیش نے بھی ۱۹۶۱ء میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا مگر ہوا کچھ نہیں، جو مسلمان پنج وقتہ نماز ادا کرتا تھا اسکے داخلہ پر پابندی لگادی گئی۔

ہمارے ملک کی عدلیہ کا بڑا عجیب وغریب اور نرالہ انداز ہے کہ فرقہ پرستوں نے انگریزی دور اقتدار میں کبھی بھی ایک بار بھی یہ نہیں کہا کہ مسجد کی جگہ پر شری رام چندر جی پیدا ہوئے ہیں لیکن آزادی کے بعد مسلمانوں کی قربانیوں کا صلہ دینے کے واسطے ۱۹۴۷ء میں ہندوستان آزاد ہوا اور دسمبر ۱۹۴۹ء میں اسکی ایک مسجد چھین لینے کی ناپاک کوشش کی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں کے یہاں اس سے پہلے یہ عقیدہ نہیں تھا بلکہ گذشتہ تین سو سالوں سے الگ الگ جگہوں کے بارے میں یہ عقیدہ تھا کہ رام جی یہاں پیدا ہوئے ہیں اور اس سے پہلے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ رام جی ایودھیا میں پیدا ہوئے تھے نہ کہ بابری مسجد کی جگہ پر پیدا ہوئے تھے، حالانکہ خود غیر مسلموں نے اپنے بیانات میں اور ججوں نے اپنے فیصلے میں جگہ جگہ اسکو مسجد تسلیم کیا ہے لیکن اسکے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ۱۹۳۶ء سے مسلمان بھی عبادت کرتے ہیں اور ہندو بھی، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمان صرف جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے اور باقی دنوں میں ہندو بھائی پوجا کرتے تھے جبکہ حقیقت اس کے بالکل برخلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ۲۲ر دسمبر ۱۹۴۹ء کی رات سے پہلے پہلے ایسا کچھ تھا ہی نہیں، یہ مکمل منصوبہ بند پلاننگ کے تحت جھوٹ گھڑا گیا اور اس کو لکھنو بنچ نے عقیدہ کے طور پر تسلیم کیا۔

بابری مسجد کی شہادت سے قبل ملک کی چند تنظیمیں بابری مسجد کے معاملہ کو دیکھ رہی تھی شہادت کے بعد ضرورت محسوس ہوئی اور ملت اسلامیہ ہندیہ کا اصرار ہوا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے اور وہی اس کی نگرانی کرے اور قانونی لڑائی بھی لڑے، چنانچہ بورڈ نے ۹ر جنوری ۱۹۹۳ء کو مجلس عاملہ کی ایک ہنگامی میٹنگ طلب کی جسمیں باتفاق رائے یہ تجویز منظور کی گئی کہ:

۱۔ مسجد کی عمارت کا انہدام مسجد کے تقدس کو مجروح کرتا ہے اور یہ اسلام کے مذہبی شعائر کی توہین ہے۔

۲۔ مسجد کی عمارت منہدم کئے جانے کے بعد بھی وہ زمین جس میں ۱۵۲۸ میں مسجد کی بنیاد ڈالی گئی تھی شرعاً مسجد ہے اور قیامت تک مسجد رہے گی۔ اور مسجد کی حرمت سے متعلق تمام شرعی احکام اس قطعہ آراضی پر آج بھی نافذ ہیں۔

۳۔ مسجد کی عمارت گرادینے سے یا ناجائز طور پر مورتیوں کو رکھدینے اور ظلم وجبر کے ساتھ بتوں کی پوجا جاری کرادینے سے مسجد کا مسجد ہونا ختم نہیں ہوتا۔

۴۔ کسی مسجد میں ایک عرصہ تک چاہے یہ عرصہ کتنا ہی ہو نماز کا نہ پڑھا جانا مسجد کی شرعی حیثیت کو ختم نہیں کرتا۔

۵۔ کوئی بھی مسلمان کسی بھی حال میں کسی مسجد کو بت خانہ بنادینے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

۶۔ آراضی مسجد کا سرکاری طور پر ایکوائر کیا جانا ظلم صریح ہے اور شرعاً ناجائز وباطل ہے اور مذہبی آزادی کے حق میں صریح مداخلت ہے۔ حکومت کی جانب سے بابری مسجد کے عوض کسی اور مقام پر متبادل مسجد تعمیر کی جائے تو وہ شرعاً مسجد نہیں ہوگی، اور اگر ایسی مسجد کی تعمیر کے لئے کوئی

ٹرسٹ تشکیل دیا جائے تو کوئی مسلمان اس میں شریک نہیں ہوسکتا۔

بورڈ نے اپنی مذکورہ تجویز کے بعد اس معاملہ کو پورے طور پر اپنے ہاتھ میں لیا اور اس سے متعلق مقدمات (ملکیت وحقیت اور اسباب انہدام بابری مسجد) وغیرہ کی نگرانی اور قانونی پیروی کرنے لگا اور اس وقت سے مسلسل مسلم پرسنل لا بورڈ اس مقدمہ کو دیکھ رہا ہے اور جب جس طرح کی ضرورت پیش آئی اسکو پوری کرتا آرہا ہے۔

الہ آباد ہائی کورٹ کے لکھنؤ بنچ کے ملکیت مقدمہ کے سنسنی خیز فیصلے نے پوری ملت اسلامیہ ہندیہ اور ملک کے سیکولر غیر مسلموں کو بھی جھنجھوڑ کر رکھدیا الغرض آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ اس فیصلہ کی جانچ کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی اور اس کمیٹی کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ملک کے ممتاز سینئر وکلا کو منتخب کریں اور جونیئر وکلا کی ایک پوری ٹیم بنائیں جو اس فیصلہ کا ہر پہلو سے جائزہ لے اور اپنی رپورٹ کنو یز کو پیش کرے۔ الحمدللہ وکلا کی یہ ٹیم پوری طرح سرگرم ہے اور اپنا کام کررہی ہے۔

مقدمہ کے فیصلہ کے بعد بورڈ نے فوری طور پر ۱۶/ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو مجلس عاملہ کی نشست بلائی جس میں حسب ذیل تجویز منظور کی گئی:

> ”مجلس عاملہ کا احساس ہے کہ اس فیصلہ میں کئی ایک نقائص ہیں، فاضل عدالت نے آستھا کے اصول کو قانون کی عمل داری کے اصول پر فوقیت دی ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ اس کو ہندوستانی مسلمانوں کا حق اور فریضہ سمجھتی ہے کہ اس فیصلہ کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا جائے تا کہ اس فیصلہ کے ذریعہ آئین کی بنیادی قدروں اور عدل گستری کے مسلمہ اصولوں میں کی گئی تبدیلیوں کو دور کیا جاسکے۔
>
> سپریم کورٹ سے رجوع ہونے کے طریقہ کار اور اس کی صورتوں کے تعین کے لئے اجلاس نے صدر بورڈ اور جنرل سکریٹری صاحبان کو مجاز گردانا کہ وہ ایک کمیٹی تشکیل کرکے یہ اختیارات اس کے حوالے کریں“

چنانچہ بورڈ کے صدر و جنرل سکریٹری صاحبان نے ایک کمیٹی تشکیل دے کر یہ معاملہ اس کے حوالہ کیا، بورڈ کے اس اقدام اور فیصلہ کے بعد اس کمیٹی نے تیاری شروع کردی، کمیٹی نے یہ طے کیا کہ ۹/ الگ الگ اپیلیں داخل کی جائیں تا کہ اس کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے۔ جبکہ اس فیصلہ میں جج صاحبان نے بابری مسجد کو مسجد کہلانے کے کئی ثبوتوں کا جو دستاویزی ثبوت ہیں کا اقرار کیا ہے اور اسی فیصلہ میں یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ اندرونی حصہ (گنبد کے نیچے کا حصہ) ۱۹۴۹ء تک مسجد کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی جج صاحبان نے مانا ہے کہ درمیانی گنبد کے نیچے کی جگہ شری رام چندر جی پیدا ہوئے ہیں جو کہ سراسر جھوٹ پر مبنی ہے اور دلائل و شواہد سے چشم پوشی برتی گئی ہے جبکہ یہ مقدمہ حق ملکیت کا داخل کیا گیا تھا نہ کہ تقسیم کا! اور ججوں نے صرف عقیدہ کو بنیاد بنا کر اس کی تقسیم کا فیصلہ سنا دیا اور فیصلہ کس طرح کا ہے اسکی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے، آپ کے علم میں ہے۔ اور ابتدائی مرحلہ میں ہی سپریم کورٹ نے اس فیصلہ پر سخت اعتراض جتایا ہے اور اس کو عجیب وغریب قرار دیا۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی بابری مسجد کمیٹی نے پورے فیصلہ کا حرف بحرف جائزہ لیا اس کے بعد یہ طے کیا کہ جوں جوں فیصلہ کی رجسٹرڈ کاپی ملتی جائے گی سپریم کورٹ میں اپیلیں فائل کی جاتی رہیں گی اس طرح بورڈ کا ۹/ اپیلیں داخل کرنے کا ارادہ ہے اب تک لکھنؤ سے فیصلہ کی ۴/ کاپیاں بنام محمد ہاشم انصاری، محمد مصباح الدین، سنی وقف بورڈ اتر پردیش سوٹ نمبر ۴ اور ۵ کی رجسٹرڈ کاپی بورڈ کو حاصل ہوئی اور بورڈ ان چاروں کی طرف سے سپریم کورٹ میں اپیل داخل کرچکا ہے، اسی طرح ایک اپیل حافظ محمد صدیق کی طرف سے جمعیۃ العلماء نے بھی داخل کی ہے اور ہندوؤں کی طرف سے بھی ۴/ اپیلیں داخل کی جاچکیں ہیں۔

ان ہی اپیلوں کی بنا پر ۹/ مئی کو پہلی پیشی ہوئی جسمیں ملک کی سب سے بڑی عدلیہ کے دو ججوں (جسٹس آفتاب عالم اور آر ایم لودھا) کی بنچ نے مشاہداتی تجزیہ کے بعد ہائی کورٹ کے بابری مسجد زمینی تنازع کے فیصلے کو روک لگاتے ہوئے اس کو حیرت انگیز قرار دیا اور یہ کہہ کر اس فیصلہ کو نامنظور کردیا کہ ہائی کورٹ زمین کیسے تقسیم کرسکتا ہے جبکہ کسی فریق نے بٹوارے کی مانگ نہیں کی ہے۔

انشاء اللہ اب اسکی اگلی سماعت موسم گرما کی تعطیلات کے بعد جولائی مہینہ میں ہونے کی امید ہے۔ ججوں کے ابتدائی ریمارک سے ایسا لگتا ہے کہ سپریم کورٹ کا جو فیصلہ ہوگا وہ ملک کی عدلیہ کے وقار کا ایک اہم باب ہوگا۔ اس مقدمہ میں لکھنؤ بنچ کے فیصلے نے جہاں سیکولر لوگوں کے دلوں سے عدلیہ کا وزن کم کردیا تھا وہیں سپریم کورٹ کی اس ابتدائی ریمارک سے ان دلوں میں پھر سے عدلیہ کا مقام ومرتبہ بحال ہونا شروع ہوگیا۔ ۞۞

اسلامی قانونِ وراثت کا امتیاز

مولانا بدرالحسن القاسمی (کویت)

اسلامی شریعت کا ایک بڑا اور امتیازی کارنامہ میت کے ''ترکہ'' کی تقسیم اور ''قانونِ وراثت'' کے اُصول کی تدوین ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی قانون میں نہیں ملتی۔

اسلام کا قانون وراثت نہایت ہی عادلانہ طور پر مرنے والے کی متروکہ جائیداد کی تقسیم کرتا ہے جس میں قرابت داری کی اساس کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ انسان کی واقعی اجتماعی زندگی اور فطری ضرورت اور ہر ہر مستحق کی ذمہ داریوں کی پوری رعایت رکھی گئی ہے۔

قدیم جاہلی قوانین کی طرح نہ تو عورت کو وراثت کے حق سے محروم کیا گیا ہے اور نہ جدید جاہلانہ رجحان کی طرح مرد و عورت کی الگ الگ ذمہ داریوں سے صَرفِ نظر کر کے غیر فطری طور پہ دونوں کے حصے برابر کئے گئے ہیں۔

مرد کے ذمہ عورت کا نان ونفقہ، بچوں کی کفالت، اور دوسرے قرابت داروں کے ساتھ ''بِرّ واحسان'' کا معاملہ ہے۔ جبکہ عورت کو بحیثیت بیٹی، بحیثیت ماں، بحیثیت بیوی، وراثت کا مستحق قرار دیا گیا ہے، مہر اور نفقہ بھی اس کا شوہر کے ذمہ رکھا گیا ہے اسلئے فطرت کا عین تقاضا یہی ہے کہ عورت کو باپ کی جائیداد سے مرد کے مقابلہ میں آدھا حصہ وراثت میں دیا جائے اور اس کو کفالت وغیرہ کی ذمہ داریوں سے بھی سبکدوش رکھا جائے، اسلام نے یہی اُصول مدنظر رکھا ہے۔

حقیقتِ واقعہ یہ ہے کہ اسلام کا ''قانونِ وراثت'' جتنی باریکیوں اور نزاکتوں کا آئینہ دار اور جتنا مکمل و مستحکم اور واضح ہے وہ کائنات کے خالق اور مرد و عورت ہر ایک کی ضرورتوں، فطری تقاضوں کو جاننے والے علیم وخبیر کی قدرت کا شاہکار اور قرآن کے خدائی فرمان ہونے کا ایک بڑا ثبوت ہے۔

اسلام کے ''قانونِ وراثت'' کا جائزہ لینے والا شخص پہلی بات تو یہ محسوس کرتا ہے کہ اسلام نے ترکہ کی تقسیم کو جبری قانون کی حیثیت دی ہے، نہ تو اُسے مرنے والے کی خواہش پہ موقوف رکھا ہے کہ جسے چاہے دے اور جسے چاہے نظرانداز کردے، البتہ اس کے مالکانہ حقوق کی رعایت کرتے ہوئے جائیداد کے ایک تہائی حصہ کے بارے میں اُسے اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے کسی دینی یا دنیوی مفاد کے لئے ایسے شخص کو بطور وصیت کچھ دینا چاہے جس کا حصہ اس کی جائیداد میں نہیں ہے تو دے سکتا ہے، لیکن اس کی باقی جائیداد پر نہ تو اسے تصرف کا حق ہے اور نہ اس کے وارثین میں سے کسی کو اس بات کا استحقاق ہے کہ اپنی مرضی سے اس میں تصرف کرے بلکہ خود شریعت نے اس کے لئے ایک پورا لائحۂ عمل متعین کردیا ہے، اور ہر حق پانے والے کے حصہ کی تعیین کردی ہے جو اُسے ہر حال میں مل کر ہی رہے گا۔

دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مرنے والے کی جائیداد کے دو تہائی حصہ میں خود اس کی مرضی یا وصیت کے بجائے خداوند قدوس کا نازل کردہ قانونِ وراثت نافذ ہوکر رہے گا جس میں سبھی استحقاق رکھنے والوں کے حقوق کی تعیین کردی گئی ہے۔

دوسری حقیقت یہ سامنے آتی ہے کہ اسلام نے خاندان کو انسان کی اجتماعی زندگی کی اساس قرار دیا ہے اور جائیداد کی تقسیم میں اس کی رعایت رکھی ہے کہ خاندان کے تمام افراد باہم اتحاد وتعاون کا احساس رکھیں کیونکہ ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ ضرورت پڑنے پر اسے اسی خاندان کے صاحبِ حیثیت آدمی کی جائیداد سے مجھے حصہ ضرور ملے گا اور میرے متعین حصہ میں کوئی دوسرا شخص کمی یا زیادتی نہیں کرسکتا۔

''اسلامی قانونِ وراثت'' کا نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں

جائیداد کو ایک جگہ مرکوز کرنے کے بجائے اس کی کوشش کی گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک وہ پہنچ سکے، اور مرنے والے کے نسب سے اگر کسی بچہ کی پیدائش کی توقع ہو تو اس صورت میں پیٹ میں موجود بچہ کے حصہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے بلکہ جائیداد کی تقسیم سے پہلے اس کے انتظار کا حکم دیا گیا ہے، یا کم از کم اس کے حصہ کے بقدر جائیداد علاحدہ کردینے کا حکم دیا گیا ہے۔

ان تمام حقائق کے باوجود جن حضرات نے اپنی زندگی کا مشن اسلامی تعلیمات کے خلاف مختلف قسم کے شبہات وأوہام کا پھیلانا بنا رکھا ہے' یا جو سادہ لوح اپنی کم علمی یا نفسیاتی کمزوری کی وجہ سے مستشرقین کی طرف سے پیدا کردہ ہر شبہ کو ایک مسلّمہ حقیقت کی حیثیت سے مان کر اپنے ساتھ دوسروں کے ایمان ویقین کی دولت کو بھی تاراج کرنا چاہتے ہیں انکو اسلام کے قانونِ وراثت میں دو باتیں کھٹکتی ہیں:

- ایک یہ کہ عورت کا حصہ مرد کے مقابلہ میں آدھا کیوں رکھا گیا ہے؟
- دوسرے یہ کہ ایسے بچوں کو جنکے والد کا انتقال دادا کی زندگی میں ہوگیا ہو وراثت سے محروم کیوں کیا گیا؟

پہلے اشکال کے جواب کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے کہ زندگی کے میدان میں مرد کے ذمہ عورت کے اخراجات، بچوں کی کفالت اور دوسرے قرابت داروں کی دیکھ بھال سونپی گئی ہے، جبکہ عورت کو اس طرح کی ذمہ داریوں سے یکسر سبکدوش رکھا گیا ہے۔ دوسری طرف عورت کے لئے مہر کی رقم کے علاوہ اسے صرف باپ کی جائیداد میں ہی شریک نہیں کیا گیا ہے بلکہ اگر شوہر کا انتقال ہوجائے تو اس کی جائیداد میں بھی اس کا حصہ ہے، اور بیٹے کے انتقال کی صورت میں بحیثیت ماں بھی اس کا حصہ متعین کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بھی کیا انصاف کا تقاضا یہ رہ جاتا ہے کہ بغیر کسی ذمہ داری کے بھائی کے برابر اسے باپ کی جائیداد سے حصہ دلایا جائے اور مرد جس کے اوپر عورت کے نان نفقہ، اور دوسرے اخراجات کے علاوہ بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی بھی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اس کا حصہ کم کردیا جائے؟ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے اس معاملہ میں انسانی فطرت اور واقعیت کو ملحوظ رکھا ہے اور اس سے زیادہ عادلانہ تقسیم کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ اسلام سے قبل عورتیں وراثت کا تو کیا تصور کرتیں انکے لئے معاشرے میں یا تو اچھوت بن کر رہنا تھا یا زندہ درگور ہوجانا۔

غرض یہ کہ عورتوں کو میراث میں مردوں کا آدھا حصہ اس لئے دیا گیا ہے کہ خرچ کا ذمہ دار اللہ نے مرد کو ہی قرار دیا ہے۔ شوہر ہونے کی حیثیت سے بھی اور باپ ہونے کی حیثیت سے بھی۔

عورتوں پر نہ تو بیوی ہونے کی حیثیت سے شوہر کا خرچ رکھا گیا ہے اور نہ ماں ہونے کی صورت میں بچوں کا خرچ اس کے ذمہ ڈالا گیا ہے، اور نہ بہن ہونے کی حیثیت سے بھائی کے اخراجات کی کوئی قانونی ذمہ داری اس پر رکھی گئی ہے۔ جبکہ مرد کے ذمہ بیوی کا مہر، اس کی زندگی کے اخراجات، بچوں کے اخراجات سبھی چیزیں رکھی گئی ہیں، اس کے باوجود عورت کیلئے مہر کی رقم کے علاوہ مال وراثت میں بہن' بیٹی' ماں' بیوی حتیٰ کہ دادی اور نانی ہونے کی حیثیت سے بھی حصہ رکھا گیا ہے۔ ایسی حالت میں یہ بات بالکل قرین انصاف ہے کہ مرد کو عورت کا دوگنا حصہ دیا جائے کیونکہ تمام تر اخراجات اسی کے ذمہ ہیں۔ عورت قانونی طور پر اس کی ذمہ دار بھی نہیں ہے کہ وہ شوہر کے اوپر اپنا مال خرچ کرے البتہ ازراہِ احسان اس پر خرچ کرے تو یہ دوسری بات ہے۔

جہاں تک یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اسلامی قانون میں یہاں بھی کوئی جھول نہیں ہے۔

قدرتی بات ہے کہ ایک شخص کے جب حقیقی بیٹے موجود ہیں تو انکی موجودگی میں وراثت کا استحقاق ان کا ہی ہوگا البتہ پوتوں کا استحقاق حقیقی بیٹوں کی عدم موجودگی میں قدرتی طور پر ہوجائے گا۔

اب ایک استثنائی شکل ایسی پیش آتی ہے کہ چند بیٹے ہیں اور دوسری طرف وہ چھوٹے بچے ہیں جنکے سر سے باپ کا سایہ دادا کی موجودگی میں اُٹھ گیا ہے چنانچہ انکے ساتھ ہمدردی کے عنوان سے یتیم پوتے کے مسئلہ کو لیکر اسلامی قانونِ وراثت کے بارے میں غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

لیکن اس مسئلہ کا منصفانہ حل یہ ہرگز نہیں ہے کہ بغیر کسی بنیاد کے

بیٹوں کا حق کم کر کے پوتوں کو جائیداد میں حصہ دلا دیا جائے، اس لئے کہ ایسی صورتیں بھی ہوتی ہیں کہ دادا نے ایک سے زیادہ شادیاں کی ہوں اور آخر عمر کے بچے ابھی چھوٹے ہوں، اب نادار اور یتیم ہونے میں ان بیٹوں اور پوتوں کی حیثیت برابر ہوجاتی ہے جبکہ بیٹوں کی قرابت مرنے والے سے براہِ راست ہے اور پوتوں کی ایک واسطے سے ہے، اس لئے چھوٹے اور کم عمر بیٹے چھوڑنے کی صورت میں یتیمی کا معاملہ بیٹے اور پوتے دونوں میں مشترک ہے۔ اب یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ ایک یتیم کی خاطر داری کے لئے دوسرے یتیم کے استحقاق میں کمی کی جائے۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ ایسی صورتوں میں جبکہ دادا کی زندگی میں باپ کے مرجانے کی صورت میں پوتے محروم ہوجائیں تو انکے مستقبل کی حفاظت کی شرعی گنجائش موجود ہو۔ تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ خدا کے دین میں اس لحاظ سے بڑی وسعت ہے کہ ہر استثنائی صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اس میں ہدایتیں موجود ہیں جن پر عمل کرنے سے مشکلات کا ایسا حل نکل آتا ہے جس میں دوسروں کے لئے مضرت کا پہلو نہ ہو۔

اسلام نے ہر صاحبِ جائیداد کو اس کا حق دیا ہے کہ اپنے مال کے ایک تہائی حصہ میں وہ مرنے سے پہلے اگر چاہے تو کسی کے لئے وصیت کرسکتا ہے۔ اب اگر دادا کو اس کے سامنے کسی بیٹے کے مرجانے کی صورت میں اس کی اولاد (پوتے، پوتیوں) سے ہمدردی ہے تو انکے لئے وصیت کرسکتا ہے اور صلہ رحمی کے عنوان سے ان پر خرچ کرسکتا ہے جس سے ان میں باہم یکجہتی اور ایک دوسرے کے نفع نقصان میں شریک رہنے کا جذبہ پیدا ہوگا جو خاندانی زندگی کی تقویت کا بڑا ذریعہ ہے، اور جس سے افراد خاندان کے درمیان اخلاقی ہم آہنگی اور ایک دوسرے کی خاطر قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام نہ تو اشتراکی نظام کی طرح شخصی ملکیت کی نفی کرتا ہے جو سرتا سر فطرتِ انسانی کے خلاف ہے اور نہ سرمایہ دارانہ نظام کی طرح دولت وثروت میں شخص واحد کو اپنی زندگی اور مرنے کے بعد ہر حال میں ایسے تصرف کی اجازت دیتا ہے کہ وہ خود من مانی کر کے اپنی جائیداد کو ایک جگہ اس طرح محبوس کردے کہ اس میں سے حقداروں کو ان کا حق نہ مل سکے، اور سرمایہ ایک ہی طبقہ میں اکٹھا ہوتا جائے اور دوسری طرف حاجتمندوں کی ضرورتیں بڑھتی رہیں اور معاشرے میں طبقاتی ناہمواری پیدا ہو۔

اسلام نے قانونِ وراثت میں ایک تو اس پہلو کو مدنظر رکھا ہے کہ میّت سے جس کا رشتہ جتنا قوی ہو اسی لحاظ سے اس کا حصہ بھی اس کی جائیداد میں متعین کیا جائے۔ چنانچہ اولاد کا حصہ نسبتاً زیادہ ہے کیونکہ درحقیقت اولاد ہی مرنے والے شخص کی جانشیں ہوتی ہے، دوسری طرف انکی ضرورتیں بھی اس لحاظ سے زیادہ ہوتی ہیں کہ مرنے والے کے ماں باپ کے مقابلہ میں اس کے بچے زندگی کے میدان میں نووارد ہوتے ہیں اور عام طور پر انکے پاس اور کوئی دوسرا وسیلہ بھی نہیں ہوتا لہذا وہ اپنا حقِ وصیت استعمال کر کے اُن پوتوں کا مستقبل محفوظ کرسکتا ہے، اگر خدانخواستہ وہ ایسا نہیں کرتا تو جب تک وہ بچے چھوٹے ہیں انکی کفالت کا بار بچوں کے چچا پر ہوگا جس نے وراثت لی ہے، جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے۔ اور قانون سازی کے ذریعہ جبری وصیت کا اُصول بھی اپنایا جاسکتا ہے جیسا کہ مصر وغیرہ میں پرسنل لا قوانین میں اس کی راہ نکالی گئی ہے۔

اگر یہ صورت بھی کارآمد نہ ہو تو پھر اسلامی حکومت یا مسلم معاشرے کا فریضہ ہے کہ وہ یتیموں کی کفالت کا نظم کرے، اور بیت المال یا اجتماعی اداروں کے ذریعے اس کی ضرورت کا نظم کرے۔

آخر سوچنے کی بات یہ ہے کہ باپ جب جائیداد چھوڑے بغیر مرجائے تو اس کی اولاد کی کفالت کی ذمہ داری کس پر ہوتی ہے؟

اسلامی معاشرہ میں یتیمی کبھی لوگوں کی بے التفاتی کا شکار اس لئے نہیں ہوسکتی کہ خود محسنِ انسانیت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے واضح ارشادات کے ذریعہ یتیموں کی کفالت کی اہمیت واضح کردی ہے اور یتیموں کی خبر گیری کرنے والوں کو جنت میں اپنی معیت کی خوشخبری سنائی ہے۔ اللہ تعالی سبھوں کو آپ کے اُن ارشادات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین

نئے سماجی مسائل اسلامی قوانین کی روشنی میں

مولانا محمد وثیق ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

سماج اور معاشرہ کی اہمیت قوموں کی تاریخ میں ہر طرح کے فلسفوں، ادب وشاعری، تہذیب وثقافت اور زبان وعلاقہ سے زیادہ کہیں بڑھ چڑھ کر ہے، کسی ملک کے اندر ایک ایسے صالح اور پرامن معاشرہ کا موجود ہونا بڑی نعمت اور دولت ہے، جس کے اندر زندگی کا استحقاق ہو، جو زندہ ضمیر رکھتا ہو، جو نیکی وبدی اور ظلم وانصاف میں فرق کر سکے، کم سے کم ظلم کا ساتھ دینے میں اس کا ضمیر خلش محسوس کرے اور کم سے کم فواحش اور منکرات کو دل سے برا سمجھتا ہو، یہ ضروری ہے کہ معاشرہ میں کم سے کم یہ صلاحیت ہو کہ فواحش ومنکرات اور ظلم کو دیکھ کر اس کے پہلو میں کسک پیدا ہو اور اس پر ضمیر سرزنش کرتا ہو، خارجی یا مادی ترغیبات میں وہ تنکے کی طرح بہنے کو آمادہ نہ ہو اور اپنی شخصیت کو برقرار رکھے، ظالم کا ہاتھ پکڑ لینا تو بڑی جرأت وہمت اور مردانگی کی بات ہے، مگر ظلم کو ظلم کہنا اور سمجھنا یہ غنیمت بات ہے، ایسا صالح سماج ملک کی بڑی ضرورت ہے۔

لیکن اگر کوئی ملک ایسے صالح سماج اور صحت مند معاشرہ سے محروم ہو چکا ہے تو بہتر سے بہتر حکومت، بڑی سی بڑی تعلیم گاہیں، مذہبی زندگی کے مظاہر، خدا پرستی اور انفرادی صالحیت کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو صالح معاشرہ کا بدل بن سکے، ایک اچھے معاشرہ کی کمی دنیا کی کوئی چیز پوری نہیں کر سکتی، دنیا کی ہر چیز کی کمی ایک اچھا صالح سماج پورا کر سکتا ہے، یہ سماج حکومت دیتا ہے، سماج ایک اچھا صاف ستھرا انتظامیہ (Administration) دیتا ہے، جب کسی ملک میں غلط قسم کے لوگ حاوی ہو گئے اور زمام کاران کے ہاتھ میں آ گئی، مگر سماج میں احتساب کی صلاحیت موجود ہے تو بہت جلد تبدیلی آ جاتی ہے، تاریخ انسانی میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، یونان، روما اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ خود اسلامی تاریخ میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

اس وقت ہمارا ملک ہندوستان بڑے نازک دور سے گزر رہا ہے، عالمی اور ملکی سیاست، اخلاقی، انسانی اور مذہبی قدروں کے فقدان اور مغربی تمدن کی بالادستی کی وجہ سے ہندوستان ایسے نئے سماجی مسائل اور حالات سے دوچار ہے کہ اگر ان کا بروقت اور صحیح تدارک نہیں کیا گیا اور حالات کو تعمیری رخ پر نہیں لگایا گیا تو وہ تباہی کے آخری گڑھے میں گر سکتا ہے، اس وقت ملک میں سیاسی، آئینی، اقتصادی، معاشی، اجتماعی، سماجی اور اخلاقی انتشار وبحران ہے، جانوں، عزتوں، مذہبی آزادی، جمہوری قدروں اور نفس مذاہب وادیان اور ان کے مرکزوں کے بقا وسلامتی ہی کا مسئلہ درپیش ہے، ذہنی انتشار، بدگمانی، خوف ودہشت، باہمی عداوت ونفرت، تشدد ودہشت گردی کا دور دورہ ہے، ملک کا سماجی اور اخلاقی ڈھانچہ بکھر رہا ہے، بداخلاقی، بے راہ روی، فحاشی، عریانیت، اخلاقی انارکی، لسانی عصبیت، علاقائی عصبیت، نسلی عصبیت اور تہذیبی عصبیت طوفان اور وباء کی طرح پھیل رہی ہے، اس خطرناک صورت حال کو دیکھ کر ملک کا حال غیر معتدل اور مستقبل پر خطر اور مشکوک نظر آنے لگتا ہے۔

ہندوستان جن سماجی مسائل وحالات، اخلاقی بیماریوں سے دوچار ہے، ان میں اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ یہاں انسانی قدر وقیمت اور انسانی شرف وعزت کا احساس ختم ہو رہا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ انسانی جان کی صحیح قدر وقیمت کو نہ پہچاننا کسی سماج کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے، بلکہ انسانی جان کا بے قیمت ہو جانا تہذیب وتمدن اور انسانیت کے مستقبل کے لئے پیام موت ہے، تفرقہ انگیز سیاست، فرقہ پرستی، جذبۂ احیائیت، مادیت اور خود غرضی ومفاد پرستی کے غلبہ کی وجہ سے سیکڑوں انسانوں کا قتل کر دیا جاتا ہے، اور ایسے ناخوشگوار ودل آزار اور شرمناک واقعات ظہور میں آتے ہیں

جن سے انسانی پیشانی شرم سے جھک جاتی ہے، فرقہ وارانہ فسادات کی ایک لہر اٹھتی ہے اور وہ انسانوں کے متاع جان و مال کو بہالے جاتی ہے، جن سے دنیا کی آبرو قائم ہے اور زندگی کی چہل پہل ہے، وہ انسانی ظلم و بربریت کا شکار ہوتا ہے، یہ صورت حال ملک کے لئے بڑی خطرناک ہے کہ یہاں کسی انسان کا وجود برداشت نہ کیا جائے۔

اس صورت حال پر قابو پانے میں دنیا کا کوئی بھی مذہب اور مغربی فلسفۂ حیات مدد نہیں کرسکتا، اس لئے کہ اس کی نظر میں انسان کی کوئی قیمت نہیں ہے، اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات بڑی مدد کرسکتی ہیں، اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ انسان قدرت کا شاہکار ہے اور اس باغ کا سب سے حسین پھول:۔

﴿ہم نے انسان کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا﴾ (سورہ والتین:۴) ﴿اور ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت بخشی﴾ (بنی اسرائیل:۷۰) ﴿بیشک میں زمین میں آدم کو اپنا نائب بنانے والا ہوں﴾ (سورہ بقرہ:۳۰)

اسلام میں انسان کی قدر و قیمت کی انتہا یہ ہے کہ خدا کی مخلوق کو خدا کا کنبہ کہا گیا ہے۔''الخلق عیال اللّٰہ'' پھر خدا نے انسان کی قیمت اتنی بڑھادی کہ وہ فرماتا ہے ﴿جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا یعنی بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا﴾ (سورہ مائدہ:۳۲)

دوسرا اہم مسئلہ تنگ نظری، تہذیبی، لسانی، نسلی اور علاقائی عصبیت ہے، اسی بیماری نے ماضی میں ہمارے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کیا، اور باہر کی طاقتوں کو یہاں آنے کی دعوت دی، یہ عفریت اب بھی موجود ہے، حالیہ سالوں میں شمالی ہند اور جنوبی ہند کے جھگڑے، خصوصاً مہاراشٹر میں بعض انتہا پسند متعصب جماعتوں کے شمالی ہند کے خلاف جارحانہ اقدامات اس کی بین دلیل ہیں، اور بعض خارجی عناصر اور ایجنسیاں اس کو ہوا دیتی رہتی ہیں، تاکہ ملک کی وحدت پارہ پارہ ہوجائے اور وہ اپنے سیاسی مقاصد کو بروئے کار لاسکیں، تنگ نظری، لسانی و نسلی عصبیت، علاقائی عصبیت اور رنگ و نسل اور زبان و مذہب کی بنیاد پر بے گانگی اور بے اعتمادی، یہ وہ روگ ہے جو ہمارے ہندوستانی سماج کو گھن کی طرح کھا رہا ہے، اور جس نے تمام انتظامیہ کو کھوکھلا اور کمزور کردیا ہے۔

اس روگ کا علاج بھی اسلامی تعلیمات میں ہے، اسلامی شریعت میں تمام انسان ایک کنبہ کے افراد ہیں، اور سب ایک ہستی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور سب ایک باپ کی اولاد ہیں۔ ﴿لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم میں قوم اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت میں آسانی ہو﴾ (سورہ حجرات:۱۳) ﴿اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہستی سے پیدا کیا، اور اس سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پیدا کرکے روئے زمین پر پھیلایا۔﴾ (سورہ نساء:۱) اسلام نے ہر قسم کے وطنی لسانی، اور نسلی عصبیت اور اس کی بنیاد پر ایک دوسرے سے نفرت اور جارحیت کی سخت مذمت کی ہے، اور اس کو جاہلیت ماقبل کی یادگار بتایا ہے، محسن انسانیت ﷺ کا ارشاد ہے''وہ شخص ہم سے نہیں ہے جو کسی جتھے بندی اور بیجا حمایت کی دعوت دے، ہم میں سے وہ نہیں ہے جو اس بنیاد پر جنگ کرے، ہم میں سے نہیں ہے جس کی موت اس پر ہو''۔ (ابوداؤد) قران مجید نے زبانوں کے اختلاف کو ایک قدرتی اختلاف، ایک نعمت اور خدا کی قدرت کی نشانی کے طور پر پیش کیا ہے۔''اور اسی کے نشانات میں ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا ہونا، اہل دانش کے لئے ان باتوں میں بہت سی نشانیاں ہیں'' (سورہ روم:۲۲)

تنگ نظری اور لسانی و علاقائی عصبیت کا دیو ملک کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے، اس خطرہ کے سد باب کے لئے وہ سب کچھ کرنا چاہئے جو اس وقت ہوسکتا ہے۔

تیسرا بڑا خطرہ مادیت اور دولت پرستی کا جنون ہے، کہ آج سماج میں ہر شخص اپنے مفاد کے لئے ملک کے مفادات کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتا ہے، دولت پرستی کی وجہ سے رشوت خوری، سودخوری، حرام کاری، بے ایمانی اور حقوق تلفی کا دور دورہ ہے، اور انسانی ہمدردی اور انسانی مروت و شرافت عنقا ہے اور باہمی منافرت اور عداوت کے واقعات کا تناسب بڑھتا جارہا ہے۔

اس خطرہ کا علاج اسلامی ضابطۂ حیات میں ہے، جس کی بنیاد خوف خدا اور آخرت کے محاسبہ پر ہے۔ اسلام کسب معاش اور خرچ کا معتدل نظام

رکھتا ہے، اسلامی تعلیمات سرمایہ داری اور ارتکاز دولت کے غلط رجحانات کا سدباب بھی کرسکتی ہیں اور دولت کی منصفانہ تقسیم بھی، اسلام نے انسان کو دولت کا پرستار بننے سے روکا ہے، اس نے دولت کو اس کا صحیح مقام عطا کیا ہے، اس نے اس کو خدا کی نعمت بھی کہا ہے اور فتنہ اور آزمائش بھی۔ ''تمہارا مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہے اور خدا کے یہاں بڑا اجر ہے۔'' (سورہ تغابن:۱۵) اسلام نے انسان کو دولت مند اور سرمایہ دار کی طرف للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھنے سے منع کیا ہے اور دولت کو ایک عارضی بہار کہا ہے۔ ''اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیوی زندگی کی اس شان وشوکت کو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے، وہ تو ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کے لئے دی ہے، اور تیرے رب کا دیا ہوا رزق حلال ہی بہتر ہے اور پائندہ تر ہے'' (سورہ طٰہٰ:۱۳۱)

ایک اہم مسئلہ ملک میں اقلیتوں کے ساتھ زیادتی اور ان کی حق تلفی ہے، مقنّنہ، عدلیہ اور انتظامیہ کی جانب داری ہے، دہشت گردی کے عنوان سے صرف ایک مخصوص طبقہ کو نشانہ بنایا جارہا ہے، اور فرضی بنیادوں پر ان کے افراد کو قید وبند میں ڈال بلکہ ان کا انکاؤنٹر کردیا جاتا ہے، ان کے دینی وتعلیمی اداروں اور عبادت گاہوں کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے، ان کے دینی وتہذیبی تشخص وامتیاز کو مٹانے کی منصوبہ بند کوششیں کی جارہی ہیں، اور ان کے تعلیمی وتربیتی نظام میں مداخلت کی جارہی ہے، جس کی وجہ سے اقلیتوں میں عدم تحفظ کا احساس بڑھتا جارہا ہے اور ان پر ایسا نظام معاشرت، نظام تمدن اور عائلی قانون مسلط کیا جارہا ہے جو ان کے مذہب اور نظام معاشرت وتہذیب سے مختلف ہے، حالانکہ جمہوریت کی بقا حقوق کے تحفظ اور اظہار خیال کی آزادی اور ہر فرقہ اور اقلیت کے سکون واطمینان میں مضمر ہے۔

ہندوستان کو درپیش نئے سماجی مسائل وحالات میں بڑھتی ہوئی آپسی نفرت، فرقہ واریت، انتہا پسند و دہشت گردی کا بڑھتا ہوا رجحان، نکسلی ازم، بعض حلقوں کی طرف سے ہم جنسی کی وکالت، جنسی تعلیم کا رجحان، معاشی ناہمواری، بے روزگاری، مغربی تمدن اور مغربی نظام حیات کے اثرات سے بڑھتی ہوئی اخلاقی بے راہ روی، جنسی آوارگی، عریانیت و بے حیائی، اخلاقی قدروں اور خاندانی روایات کی پامالی، ذرائع ابلاغ کی فتنہ انگیزی، ٹی وی، ویڈیو اور انٹرنیٹ کے راستے سے معاشرہ میں بڑھتی ہوئی انارکی ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ ذرائع ابلاغ کی فتنہ انگیزی اور شرانگیزی ہے، میڈیا نے رذائل و منکرات کو محاسن وفضائل میں تبدیل کردیا ہے، حتی کہ منکرات اور برائیوں پر نکیر کرنے والوں کو قدامت پرست، بنیاد پرست کہا جاتا ہے، بلکہ پورا سماج ان کے خلاف ہوجاتا ہے ''**أخرجوا آل لوط من قريتكم إنهم أناس يتطهرون**'' آج سماج میں اس گروہ کا جادو چل رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں ذرائع ابلاغ ہیں جن کی تعریف قرآن نے ان الفاظ میں کی ہے ''جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مؤمنوں میں بے حیائی پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' (سورہ نور:۱۹)

ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں ساری طاقتیں ''**أن تشيع الفاحشة**'' پر لگی ہوئی ہیں، صحافت، ٹیلی ویژن، ناولوں، فلموں اور لٹریچر کے ذریعہ سماج میں فواحش ومنکرات کو خوب رواج دیا جارہا ہے اور انٹرنیٹ نے تو تمام حدیں پار کردی ہیں۔ ہندوستانی سماج اپنی قدیم خصوصیات وروایات اور اخلاقی اور تہذیبی قدروں سے دور ہوتا جارہا ہے، مادیت، مغربی تہذیب وتمدن اور گلوبلائزیشن کی آڑ میں مغربی فلسفۂ حیات اور طرز زندگی نے ہندوستانی سماج کو کھوکھلا کردیا ہے اور صالح معاشرہ کا تصور ہی ختم کردیا ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ کسی قوم کا اخلاقی زوال پہلے شروع ہوتا ہے، سیاسی زوال بعد میں آتا ہے، یونان، رومۃ الکبریٰ، سلطنت ساسانیہ، قدیم ہندوستان اور اسلامی سلطنتوں کی تاریخ اسی کی شہادت دیتی ہیں، ملک کے ذمہ داروں، سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں، دانش گاہوں کے سربراہوں، ملک کے ارباب حل وعقد اور دانشوروں کو پوری حقیقت پسندی، وسیع النظری سے ملک کے حالات کا جائزہ لینا چاہئے اور اس مہیب اخلاقی زوال سے لرزہ براندام ہوجانا چاہئے جس نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے، اور جس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ ملک میں صرف پیسہ، عہدہ، ذات، برادری، اور سیاسی مقاصد کی تکمیل ہی حقیقت ہے، باقی صرف فلسفے، اور مذہبی لوگوں کی سادہ لوحی، اور واعظوں کی لفاظی ہے۔

ملک کے حالات اس وقت تیزی سے بدل رہے ہیں، یہ ملک

گرد و پیش کے ممالک اور دنیا کی بڑی طاقتوں سے بے نیاز نہیں رہ سکتا، اس ملک میں بہت سے فلسفے، بہت سی طاقتیں، بہت سی تخریبی تحریکیں کام کر رہی ہیں، اور بہت سرگرم و فعال ہیں، نظام تعلیم برابر بدلتا رہتا ہے، اور کبھی وہ شدت سے عقائد و حقائق پر اثر انداز ہوتا ہے، جبری و جنسی تعلیم، دہشت گردی، مغربی تمدن کی بالادستی اور ذرائع ابلاغ کی فتنہ انگیزی اور جدید وسائل زندگی نے نئے نئے مسائل پیدا کر دئے ہیں، اس حالت میں حالات کا برابر جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور اپنے تحفظ کا سامان کرتے رہنا چاہئے۔

اسلام ہندوستان کے ایک بہتر، صالح، مستحکم اور صحت مند معاشرہ کی تشکیل و تعمیر میں بڑی مدد کر سکتا ہے، اس لئے کہ اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب اور مغربی تمدن میں یہ صلاحیت نہیں ہے، اس لئے کہ اس کی بنیاد خدا بیزاری اور مذہب بیزاری پر ہے، اگر ہم مسلمان اس میں کوتاہی کر رہے ہیں تو یہ اس ملک کے ساتھ بڑی خیانت اور اپنی تعلیمات کے ساتھ بڑی ناانصافی ہے، مسلمانوں کو بغیر کسی جھجک اور احساس کمتری کے ملک کو درپیش نئے مسائل و حالات کے مقابلہ اور خطرات کو دور کرنے کے لئے میدان عمل میں آنا چاہئے، یہ اس ملک کی خیر خواہی کا بھی تقاضہ ہے اور ہمارے خیر امت ہونے کی بھی ذمہ داری ہے۔ ”دنیا میں وہ بہترین گروہ ہو تم جسے انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“ (سورہ آل عمران:۱۱۰) اگر یہ ذمہ داری ادا نہیں کی گئی تو دنیا میں فتنۂ عظیم اور فساد کبیر برپا ہوگا۔ ”**إلا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد كبير**“۔

صالح، مستحکم، صحت مند اور مثالی معاشرہ کیسا ہو، اس کے خطوط اسلامی تعلیمات نے واضح طور پر پیش کر دئے ہیں، قرآن مجید صالح معاشرہ کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

﴿اور تمہارے پروردگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں، تو ان کو اف تک نہ کہو، اور نہ انہیں جھڑکنا، ان سے بات ادب کے ساتھ کرنا، عجز و نیاز سے ان کے ساتھ رہو، اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے پروردگار جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں شفقت سے پرورش کیا ہے تو بھی ان کے حال پر رحمت فرما، جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تمہارا پروردگار اس سے بخوبی واقف ہے، اگر تم نیک ہوگے تو وہ رجوع لانے والوں کو بخش دینے والا ہے، اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو، اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ، کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار (کی نعمتوں) کا کفران کرنے والا (یعنی ناشکرا) ہے، اور اگر تم اپنے پروردگار کی رحمت (یعنی فراخ دستی) کے انتظار میں جس کی تمہیں امید ہو ان (مستحقین) کی طرف توجہ نہ کر سکو تو ان سے نرمی سے بات کہہ دیا کرو، اور اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے بندھا ہوا (یعنی بہت تنگ) کر لو، (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں) اور نہ ہی بالکل کھول دو (کہ سبھی کچھ دے ڈالو اور انجام یہ ہو کہ) ملامت زدہ اور باندھ کر بیٹھ جاؤ، بیشک تمہارا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے، اور ان کو دیکھ رہا ہے، اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا، کیونکہ ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں، کچھ شک نہیں کہ ان کا مار ڈالنا بڑا سخت گناہ ہے، اور زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے، اور جس جاندار کا مارنا خدا نے حرام کیا ہے اسے قتل نہ کرنا، مگر جائز طور پر (یعنی بہ فتوی شریعت) اور جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے (ظالم قاتل سے بدلہ لے) تو اس کو چاہئے کہ قتل (کے قصاص) میں زیادتی نہ کرے، وہ منصور اور فتحیاب ہے، اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ پھٹکنا، مگر ایسے طریقے سے کہ بہت بہتر ہو، یہاں تک وہ جوانی کو پہونچ جائے، اور عہد کو پورا کرو، کہ عہد کے بارے میں ضرور پرسش ہوگی، اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو، اور جب تول کر دو تو ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو، یہ بہت اچھی بات ہے، اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے، اور اے بندے! جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب جوارح سے ضرور باز پرس ہوگی، اور زمین پر اکڑ کر اور تن کر مت چل کہ تو زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالے گا، اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ جائے گا، ان سب عادتوں کی برائی تیرے پروردگار کے نزدیک

بہت نا پسند ہے، اے پیغمبر یہ ان ہدایتوں میں سے ہے جو خدا نے دانائی کی باتیں تمہاری طرف وحی کی ہیں، اور خدا کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنانا کہ ایسا کرنے سے ملامت زدہ اور درگاہ خدا سے راندہ بنا کر جہنم میں ڈال دئے جاؤ گے ﴾(سورہ بنی اسرائیل:۲۳ تا ۳۹)

ایک اچھے اور صالح معاشرہ کی خصوصیات کو قرآن کریم میں جگہ جگہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، مثلاً آپس میں ہمدردی اور تکبر سے بچنا، ایک دوسرے کی حق تلفی سے پرہیز کرنا، انسانی جان کی حفاظت اور دوسرے کا مال بلا اس کی اجازت کے نہ لینا، تواضع واخلاق سے پیش آنا، بے جا فخر وغرور سے پرہیز کرنا اور انسانیت وشرافت کی جو جو خصلتیں ہیں ان کو اختیار کرنا، اسی طرح ماں باپ کا خیال اور ماں باپ کی طرف سے اولاد کا خیال اور یہ کہ ایک دوسرے کے فائدے اور سہولت کی فکر، اور خاندانی تعلقات اور ذمہ داریاں اور پڑوسیوں کے حقوق اور ظلم وبے راہ روی کو روکنے کی کوشش اور اچھے طور وطریق کو اختیار کرنے کی تلقین، انسانوں کے اخلاق وعادات میں ہونے کی اہمیت بتائی گئی ہے۔

سورہ لقمان میں ان خصلتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

''اور اس وقت کو یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا خدا کے ساتھ شرک نہ کرنا، شرک تو بڑا بھاری ظلم ہے، اور ہم نے انسان کو جسے اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے، پھر اس کو دودھ پلاتی ہے، اور آخر کار دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے، اپنے نیز اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہے اور اپنے ماں باپ کا بھی، کہ تم کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، اور اگر وہ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں، تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا کے کاموں میں ان کا بھی اچھی طرح ساتھ دینا، اور جو شخص میری طرف رجوع لائے اس کے راستہ پر چلنا، پھر تم کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے، تو جو کام تم کرتے رہے ہو میں سب سے تم کو آگاہ کروں گا، لقمانؑ نے یہ بھی کہا کہ بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی چھوٹا ہو اور ہو بھی کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں یا زمین میں، خدا اس کو قیامت کے دن لا موجود کریگا، کچھ شک نہیں خدا باریک بیں اور خبردار ہے، بیٹا نماز کی پابندی کرنا، اور لوگوں کو اچھے کاموں کو کرنے کا امر اور بری باتوں سے منع کرتے رہنا، اور جو مصیبت تجھ پر واقع ہو اس پر صبر کرنا، بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں، اور لوگوں سے گال نہ پھلانا، اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا، کہ خدا کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا، اور اپنی چال میں اعتدال کئے رہنا اور آواز نیچی رکھنا کیونکہ اونچی آواز گدھوں کی ہے اور کچھ شک نہیں کہ سب آوازوں سے بری آواز گدھوں کی ہے۔'' (سورہ لقمان:۱۳ تا ۱۹)

اور سورۂ حجرات میں اس طرح تذکرہ ہے:۔

﴿اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں، تو ان میں صلح کرادو، اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو، یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے پس جب وہ رجوع لائے تو دونوں فریق میں مساوات کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں میں صلح کرادیا کرو، اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جاوے۔ مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں، ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں، اور اپنے مومن بھائی کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو، ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے، اور جو توبہ نہ کریں، وہ ظالم ہیں، اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو، کہ بعض گمان گناہ ہیں، اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کرو، اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس سے تو تم ضرور نفرت کروگے (تو غیبت نہ کرو) اور خدا کا خوف رکھو، بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے، لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے بے شک خدا سب کچھ جاننے والا ہے اور سب سے خبردار ہے۔﴾ (سورہ الحجرات:۱۱-۱۳)

❁❁❁

میگھالیہ کے مسلمانوں کے سماجی حالات

مولانا محمد بلال الدین (رکن بورڈ، میگھالیہ)

میگھالیہ چونکہ آسام و بنگلہ دیش کے بیچ میں سات اضلاع پر مشتمل (22,429 sq k.m) قدرتی نعمتوں شجر وحجر اور سبزیوں سے بھرپور پہاڑی ایک صوبہ ہے۔ اس صوبے کی کل آبادی 23,18,822 ہے جس میں مسلمان 99169 ہیں۔

یہاں اکثر تین قبیلے کے لوگ رہتے ہیں۔

(۱) قبیلۂ کھاسی (۲) قبیلۂ جینتیا اور (۳) قبیلۂ گارو

ان تینوں قبیلے کے اکثر لوگ مغربی تہذیب اپنا کر عیسائی مذہب کو اختیار کئے ہوئے ہیں اور کچھ لوگ اپنے مقامی مذہب کے اوپر قائم ہیں۔ اس صوبے کے رہنے والے اکثر لوگ سادہ زندگی پسند کرتے ہیں۔

یہاں انگریز حکومت سے لیکر آج تک دوسرے صوبوں یعنی آسام، بنگال، بہار، یوپی، راجستھان اور کشمیر سے مسلمان تجارت ہنر اور نوکری کے سلسلہ سے آکر اپنا قدم جمانے لگے اور کچھ لوگ یہاں کے باشندے بھی بن گئے۔ یہاں تک کہ پڑوسی ملک سے بھی کچھ مسلمان دوسرے مذہب والے انسانوں کی طرح انگریز حکومت کے دور میں تجارت وسوداگری کے سلسلے میں آکر باضابطہ مقامی زبان سیکھ گئے اور یہاں کے باشندے بھی بن گئے۔

قبیلہ جینتیا اور گارو میں مسلمان بہت کم پائے جاتے ہیں۔ مگر کھاسی قبیلے میں کافی مسلمان موجود ہیں۔ کھاسی مسلمانوں کی آبادی ودبدبہ خاص طور پر شہر شیلانگ میں ہے۔ اور ان میں دین سیکھنے کا شوق وذوق اور جذبہ بھی پایا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک جماعت نے SANG BALANG ISLAM کے نام سے 1994ء میں ایک SOCIETY بنائی ہے۔ جس کا مقصد دوسروں تک دین کی دعوت دینا اور معاشرہ کی اصلاح کرنا یعنی برادری کے اندر سے رسم ورواج کو دور کر کے اسلامی صورت وسیرت اپنانا ہے۔ اور اسی مقصد کے تحت سالانہ ایک مرتبہ جلسہ بھی کراتے ہیں۔

قوم کی ترقی، اتحاد ملت اور غرباء ومساکین ومسافرین کی رہبری و رہنمائی اور پناہ کے ارادے سے 1905ء کو شہر شیلانگ میں مرحوم حاجی قسیم الدین مُلّا کی زیر صدارت ''شیلانگ مسلم یونین'' (SHILLONG MUSLIM UNION) وجود میں آیا تھا۔ (واضح رہے کہ حاجی قسیم الدین ملا وہ شخصیت ہے جنہوں نے اپنے والد مرحوم غلام حیدر کے ساتھ 1862ء میں کلکتہ سے آکر شیلانگ میں تجارت و ہنر کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اور کافی زمین و جائیداد کے مالک بن گئے تھے۔ اور اسی طرح جس وقت شمال مشرق ہند میں گاڑی کا نام ونشان نہیں تھا، حاجی قسیم الدین ملانے ALBION MODEL کی دوگاڑی (رانی ومہارانی) نکال کر پورے شہر والوں کو کافی خوش کر دیئے تھے۔ صرف یہی نہیں اس شہر کی پہلی مسجد Police Bazar میں تعمیر کرا کے مسلمانوں کو جمعہ کی نماز ادا کرنے کا موقع دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ مسجد آج بھی قائم ہے)

شہر شیلانگ میں پولس بازار مسجد کے علاوہ سات اور مساجد ہیں اور کافی تعداد میں نمازی بھی ہوتے ہیں۔ اسکے علاوہ ضلع مغرب گارو ہلس میں کافی مساجد اور ضلع ربھوئی (Ribhoi Dist.) میں دو مسجدیں قائم ہیں مگر ضلع جینتیا میں چونکہ بنیادی طور پر مسلمان آباد نہیں ہیں بلکہ باہری صوبوں سے آکر مسلمان تجارت کر رہے ہیں اس لئے وہاں کرایہ کی زمین میں عارضی مسجد بنا کر مجبوری میں نماز ادا کر رہے ہیں۔

گذشتہ تقریباً تیس سال سے الحاج سعید اللہ نونگروم (MLA) صاحب کے زیر نظام Shillong Muslim Union کا کام چلایا جارہا ہے انہوں وقف بورڈ کے چیئرمین الحاج سی، زیڈ غفور اور باقی اراکین کو ساتھ لیکر سماج کی ترقی کے لئے کافی کام انجام دیئے ہیں مثلاً مسلم مسافر خانہ، عیدگاہ کی ترقی اور اُمشرپی کالج (Umshyrpi College) جس کالج میں ہر مذہب کے بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

دختران شیلانگ نے 1958ء میں مَھیلا مجلس (Mahila Majlis) کے نام سے ایک Society کی بنیاد رکھی تھی جس کا مقصد خواتین کو اپنے حقوق سمجھنے اور کردار سازی ہے۔

آج سے تقریباً دس سال پہلے ہم نے چند صاحب نظر مسلمانوں کے ساتھ جناب عبدالوہاب خان صاحب کی زیر صدارت میں امارت شرعیہ وندوۃ التعمیر کا صوبائی کام شروع کیا تھا۔ جس کا ثمرہ آج امیر شریعت علامہ طیب الرحمٰن دامت برکاتہم کے فیض وتوجہ سے ظاہر ہونے لگا ہے۔

اس وقت موجودہ صوبائی کمیٹی میں گنے چنے اشخاص اپنی قربانیاں دے رہے ہیں۔ موجودہ کمیٹی کے صدر الحاج ہلال الدین لشکر اور ناظم اعلیٰ جناب محمد زکریا صاحبان کمیٹی کے باقی اراکین کو ساتھ لیکر حلم و بردباری کے ساتھ امارت شرعیہ وندوۃ التامیر کا صوبائی کام انجام دے رہے ہیں۔

اسی صوبائی کمیٹی کے ماتحت ضلع مغرب گاروہلس میں تین علاقائی کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ امت کی اصلاح کے لئے جگہ جگہ ہر علاقے میں حضرت امیر شریعت صاحب کی صدارت میں اصلاح معاشرہ کا پروگرام کیا جاتا ہے۔

خصوصا شہر شیلانگ میں صوبائی کمیٹی کے زیر نظامت حضرت امیر شریعت علامہ طیب الرحمٰن صاحب کی صدارت میں اصلاح معاشرہ کا سالانہ ایک جلسہ کیا جاتا ہے۔ اور باہر کے کچھ خاص علماء کرام اور مقامی علماء وائمہ مساجد بھی خطاب فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جس کا کافی اثر امت کی سماجی زندگی میں نظر آرہا ہے۔

صباحی مکاتب اکثر مساجد میں جاری ہیں اور قرآن کریم کی تفسیر کا سلسلہ بھی مساجد میں جاری ہے۔ اگر کوئی اہم مسئلہ مثلاً طلاق، خلع، ہبہ یا وراثت کا پیش آتا ہے تو ہم لوگ مرکزی دارالقضاء میں بذریعہ خطوط یا فریقین کو بھیج کر رجوع کرتے ہیں تاکہ قرآن وسنت کی روشنی میں مسائل کا حل نکل آئے اور اسلامی قوانین پر عمل آسان ہوجائے۔

بہرحال اس صوبے کا بنگلہ دیش بورڈر ضلع گاروہلس میں بنگالی زبان بولنے والے کافی مسلم آباد ہیں جہاں ایک دینی مدرسہ بھی قائم ہے۔ وہاں کے اکثر لوگ اگرچہ غریب طبقے کے ہیں پھر بھی دینی ماحول بنائے رکھے ہیں۔

اس علاقے سے ہر Voting کے وقت ۲/۳ مسلم شخصیت M.L.A. بن کر علاقے کی نمائندگی کرتے ہیں۔

خاص بات یہ ہے کہ اس صوبے کی پڑھائی کا Medium انگریزی ہے اس لئے دینی تعلیم میں بچے سست اور دنیاوی تعلیم میں چست محسوس کرتے ہیں بہرکیف تبلیغی جماعت کی محنت کی وجہ سے کافی لوگ متاثر ہورہے ہیں۔ ۞۞

مسلمانان کرناٹک کے ملی سیاسی وسماجی مسائل

مولانا قدیر احمد شاہ اداء الامری (رکن بورڈ، کرناٹک)

*****

صوبۂ کرناٹک تاریخی صوبہ ہے، یہاں ہندو مسلم راجے، مہاراجے اور نوابوں کا دور گذرا ہے۔ خصوصاً نواب حیدرعلی خان اور ٹیپو سلطان شہید کا دورِ حکومت سنہرا دور گذرا ہے۔

یہاں کے لوگ بلا لحاظ مذہب رواداری مزاج رکھتے ہیں اور مسلمان تقریباً ۱۳ ر فیصد ہیں، دینی و دنیوی تعلیم کے لئے مدارس، کالجوں، اسکولوں، یونیورسٹیوں اور جامعات کا بہترین نظم ہے، کئی ایک دینی مدارس کے علاوہ عصری تعلیم کے لئے خود مسلمانوں کے تعلیمی ادارے ہیں۔ جن میں الامین تحریک کے تحت چلنے والے اسکول، کالج اقامتی درسگاہوں کے علاوہ بہت سارے اسکولیں مسلم انتظامیہ کے تحت جاری ہیں۔

جہاں علمائے کرام دینی قیادت بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں وہیں ملی سیاسی، سماجی بیداری اور قوم مسلم کو درپیش مسائل کے حل کے لئے ملی ادارے، دانشور حضرات اور سیاسی قائدین کی رہنمائی اور کوششیں بھی لائق صد تحسین ہیں۔

یہاں کا مسلمان دیگر شعبہ جات کے ساتھ تجارتی ترقی میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ ایک اور اچھی بات یہ بھی ہے کہ حکومت کے زیر اثر ادارے وقف بورڈ ہو یا اقلیتی کمیشن چیرمین واراکین مسلمان کے مسائل پر آپسی تبادلۂ خیال کرتے ہوئے دانشور حضرات کے مشورے قبول کرتے ہیں اور عملی جامہ پہنانے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ نیز ملک کے سلگتے مسائل جیسے دہشت گردی، فرقہ پرستی یا حکومت کے متعصّبانہ فیصلے ہر ایک پر گہری نظر رکھی جاتی ہے اور خطرناک حالات میں ملت کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے حالات کو قابو رکھنے کی متحدہ کوشش بھی ہوتی ہے جس کے مثبت اور سودمند نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ اس میں مزید وسعت حرکت اور بیداری لائی جائے اور تدبر اور ہوشمندی کے ساتھ آگے بڑھیں تو انشاء اللہ یقیناً خاطر خواہ نتائج برآمد ہونگے۔

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبین
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

۞۞۞

اتحاد و اتفاق ہی زندگی ہے

❍ اس وقت ہمارا ملک ہندوستان اپنی تاریخ کے نہایت سنگین دور سے گزر رہا ہے اور فاشسٹ طاقتیں جو ملک کے جمہوری کردار اور ہمہ مذہبی سیکولر روایات پر یقین نہیں رکھتیں، بام اقتدار تک پہنچ چکی ہیں، اور وہ ایسی طاقتوں کے زیر اثر ہیں جو کبھی اس ملک کے تئیں ہمدرد و بہی خواہ نہیں رہے، چنانچہ ایک طرف ملک کی غالب اکثریت غربت اور خط غربت کے نیچے زندگی گزار رہی ہے اور تعلیم وصحت اور تمام بنیادی ضرورتوں سے محروم ہے، دوسری طرف ملک کے باشندوں میں مذہبی بنیادوں پر باہم نفرت پھیلائی جارہی ہے، تاکہ ملک کو درپیش اصل مسائل کی طرف سے عوام کی توجہ ہٹ جائے اور ان کے مذموم مقاصد پورے ہوسکیں۔

❍ ہم اس نازک موقع پر سب سے پہلے ملک کے تمام شہریوں سے یہ دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ حالات کے اس سنگین رخ کو فرقہ پرست طاقتوں کے ناپاک ارادوں کو گہرائی سے سمجھیں اور آپس میں ایک دوسرے کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی اس سازش کو ہرگز کامیاب نہ ہونے دیں۔

❍ ہم ملک کے تمام مذہبی رہنماؤں، دانشوروں، صحافیوں، اساتذۂ کرام اور رائے عامہ پر اثر انداز ہونے والے ہر طبقے اور ہر فرد سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس وقت خاموش تماشائی نہ بنے رہیں، بلکہ قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔

❍ ہم ملک کے ان تمام سیاسی قائدین سے بھی جو اپنے کو فسطائیت کا مخالف اور سیکولرزم کا علمبردار کہتے ہیں، واضح لفظوں میں یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے حقیر مفادات پر ملک میں جمہوری روایات اور سیکولرزم کے تحفظ کو ترجیح دیں اور ایک مشترکہ منصوبہ بندی کے ذریعہ ملک کو درپیش داخلی و بیرونی خطروں سے بچانے کے مقصد کو ہر دوسرے مقصد سے مقدم رکھیں۔

❍ حالات کے اس تناظر میں کہ ہندوستان کی مذہبی اقلیتیں اس وقت کھلم کھلا سرکاری دہشت گردی "State Terrorism" کا شکار ہیں، ہم تمام اقلیتوں سے، خصوصاً ان کے رہنماؤں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ایک منظم، اجتماعی، حوصلہ مندانہ اور مدبرانہ کوشش سے حالات کے مقابلے اور ملک کے ماحول کو ان برائیوں سے پاک کرنے کی جدوجہد کا آغاز کریں۔

❍ ہم خاص طور پر ہندوستانی مسلمانوں سے، جو طویل عرصے سے ظلم وتفریق (Discrimination) کا شکار ہیں، اور اب پوری قوم کا حوصلہ، اس کا وقار، اس کے تعلیمی وتہذیبی مراکز، اس کی مذہبی جماعتیں اور تحریکات اور خصوصاً مسلم نوجوان، ظالمانہ حملوں کا نشانہ بن رہے ہیں، صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ ان حالات سے ہرگز خوفزدہ و ہراساں نہ ہوں، بلکہ ان کو ایک چیلنج کی طرح قبول کرکے اس طرح اس کا مقابلہ کریں کہ:

۱- شریعت اسلامیہ سے اپنی عملی وابستگی کو اور بڑھائیں۔

۲- ذات، برادری، خاندان کی تقسیم سے اوپر اٹھ کر، مسلک ومشرب کے تمام اختلافات سے بالاتر ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں، اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ اتحاد واتفاق ہی زندگی ہے اور انتشار واختلاف موت، لہٰذا اپنے مسلک اور مشرب کے اختلاف کو علمی دائرے تک محدود رکھیں اور امت کی اجتماعیت کو متاثر نہ ہونے دیں۔

۳- اپنے نزاعی مسائل کو آپسی گفتگو سے حل کریں اور جہاں شرعی دارالقضاء یا شرعی پنچایت موجود ہو وہاں اپنے مسائل اسی کے سامنے پیش کریں۔

۴- اپنے پڑوسیوں اور ملک کے عام شہریوں سے رابطہ قائم کرنے میں پہل کریں، اور اپنے اخلاق ومعاملات اور خدمت خلق سے فاصلوں کو کم کرنے، غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کو دور کرنے اور دلوں کو جیتنے کی کوشش کریں، نیز یہ بھی یاد رکھیں کہ حسن اخلاق اور ہمت وعزیمت دونوں کی جامعیت اور حسین یکجائی سیرت اکرم ﷺ کا خاص پیغام ہے۔

اعلامیہ بنگلور بموقع پندرہواں اجلاس عام بورڈ
منعقدہ ۲۸/۲۹/ اکتوبر ۲۰۰۰ء، سبیل الرشاد بنگلور

This document was created with Win2PDF available at http://www.win2pdf.com.
The unregistered version of Win2PDF is for evaluation or non-commercial use only.
This page will not be added after purchasing Win2PDF.